بسم اللہ الرحمن الرحیم

والعصر ٥ ان الانسان لفی خسر ٥

جامعہ عثمانیہ کا ترجمان

ماہنامہ

العصر

پشاور

مدیر مسئول
مفتی غلام الرحمٰن

جنوری 2005ء ذی القعدہ ۱۴۲۵ھ

Scanned with CamScanner

سالانہ فہرست ماہنامہ العصر جنوری 2004ء تا دسمبر 2005ء

﴿ادارہ﴾

صفحہ نمبر — مفتی غلام الرحمن

اداریہ	2
ایران اور امریکی عزائم	56
مدارس عربیہ کا مستقبل	114
خلیات کے تدارک میں علماء کا کردار	170
تربیت اساتذہ اور جامعہ عثمانیہ کا احساس	222
کتے کا کارٹون —— تعلیم یا تحقیر؟	278
فرائض منصبی کا احساس	338
ادارہ حسبہ کا قیام	393
حسبہ ایکٹ اور معاشرہ کا احساس	450
فہم ودانش کے مراکز سے امتیازی سلوک	501
مدارس عربیہ رائع خیر وبرکت ہیں	562
زلزلہ یا قیامت صغریٰ	

محاسن القرآن

مفتی غلام الرحمن

کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت الخ	10
یاایھاالذین آمنوا کتب علیکم الصیام الخ	13
واذا سالک عبادی عنی فانی قریب الخ	66
احل لکم لیلة الصیام الرفث الی الخ	68
ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الخ	123
یسئلونک عن الاھلة الخ	128

آپ کی توجہ کیلئے!!

جامعہ عثمانیہ پشاور کے توسیعی منصوبہ میں حلقہ جلوزی علاقہ خٹک چرات روڈ نزد سی میں پچپن کنال وسیع قطعہ اراضی پر دو ہزار طلباء کیلئے تدریسی، رہائشی اور دفتری عمارات کا مجوزہ نقشہ تیار ہو چکا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار نمازیوں کیلئے جامع مسجد ﴿عبداللہ ابن مسعود﴾ کے نام سے ایک وسیع اور خوبصورت مسجد بھی منصوبہ کا اہم حصہ ہے۔ سرسری جائزہ کے مطابق صرف مسجد پر (دو کروڑ) 2,00,00,000 روپے کی لاگت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پاک نام لیکر اس منصوبہ پر کام شروع کیا گیا ہے

کیا معلوم؟ کہ آپ جیسے درد دین رکھنے والے بے لوث خادم دین مسلمان کی حلال آمدنی میں سے کچھ حصہ اس کے لئے قبول ہو کر آخرت سنوارنے کا ذریعہ ثابت ہو۔ اس لئے آپ اس مقدس مشن میں اپنا حصہ نقد، سریا، سیمنٹ، باجری ریت یا عمارتی لکڑی کی شکل میں ڈال سکتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس اہم خدمت کیلئے قبول فرمائے۔ آمین

شعبہ نشر واشاعت جامعہ عثمانیہ پشاور

Scanned with CamScanner

الاهله کی انوکھی تشریح 129
وقاتلوا فی سبیل الله 173
واقتلوهم حیث ثقفتموهم الخ 227
الشهر الحرام بالشهر الحرام 230
واتموا الحج والعمرة لله الخ 233
الحج اشهر معلومات فمن فرض الخ 255
ثم افیضوا من حیث افاض الناس الخ 359
واذکر الله فی ایام معدودات الخ 402
سل بنی اسرائیل کم اتینهم من اية الخ 466
کان الناس امة واحدة الخ 458
ام حسبتم ان تدخلوا الجنة الخ 450
یسئلونک ماذا ینفقون الخ 567
کتب علیکم القتال وهو کره لکم الخ 568
یسئلونک عن الشهر الحرام قتال الخ 570

دارالافتاء

مفتی غلام الرحمٰن

قربانی کا وجوب 28
نقش محمد ﷺ سے مشابہہ صف کا استعمال 80
نماز کے دوران قرآن سے دیکھ کر پڑھنا 82
صلہ رحمی کی رعایت 83
لیبارٹریز، میڈیکل اسٹورز سے کمیشن لینا 132
ڈاکٹر کی فیس کی شرعی حیثیت 134

غیرمحرم خواتین کا علاج	135
نطفہ حرام کے حمل کا اسقاط	136
الکحل کی دوائیوں کا استعمال	137
زکوۃ کی رقم سے علاج کروانا	138
روزہ میں سانس کے ذریعہ دوائی کا استعمال کرنا	139
دوران ڈیوٹی غیر متعلقہ کام	249
حج کے معاملہ میں اشتباہ سے بچنا	374
مال حرام سے حج کرنے سے بچاؤ کی صورت	376
قصر نماز کے لئے قدیم محلّہ کا عبور	420
بیٹے کو (طلاق کے بچے) کہنے کا حکم	470
کیا عشر زمیندار پر واجب ہے یا مالک پر؟	471
دل میں قرات کرنے سے نماز نہیں ہوتی	577

علمی ، اصلاحی اور فکری مقالات		مقالہ نگار
اسلامائزیشن اور نظریہ ضرورت	506	مفتی ذاکر حسن نعمانی
دنیا کی موجودہ کشمکش اور اس کا علاج	514	ابوالحسن علی ندوی
پارکنسوزم میں پیوندکاری کی شرعی حیثیت	523	مفتی ذاکر حسن نعمانی
مولانا روح اللہ صاحب کشرمیاں صاحبزادہ کے سوانح	529	مولانا سید الامین انور
مسلم ممالک میں خواندگی اور تعلیمی صورتحال	534	اوصاف احمد
کاغذی زر کی شرعی حیثیت	19	مفتی ذاکر حسن نعمانی
سونامی کیوں اور کیسے؟	32	سرور منیر راؤ

دین صحیح اور علم صحیح کا امتزاج۔ مگر کیسے	36	مولانا محمد فاروق
خون انقلاب اور حصول مقاصد یا بے خون انقلاب اور دفع مفاسد	43	شاہد اللہ جان
امریکہ ایک ناکام ریاست قسط نمبر ۱	49	قاضی مصطفیٰ کمال
رشوت اور ہدیہ میں فرق	74	مفتی ذاکر حسن نعمانی
طلب علم کے تقاضے	85	مولانا سلیم اللہ خان
شیور جی کے مورتی نے مجھے مشرف بہ اسلام کیا	91	محمد لیاقت علی
امریکہ ایک ناکام ریاست قسط نمبر ۲	99	قاضی مصطفیٰ کمال
من گھڑت آیات ایک مذموم کوشش	102	مولانا محمد فاروق غالب
مذہب اور سائنس کا ٹکراؤ	146	عزیز الرحمٰن
آب زمزم کا معجزہ	152	معین الدین احمد
فکر آخرت۔ ایک انقلابی عقیدہ	156	مولانا محمد فاروق غالب
نوعمری کی مشقت کے بارے میں اسلام کا نقطہ نگاہ	179	پروفیسر محمد سلیم
انبیاء کرام کے نفوس مطمئنۃ ہوتے ہیں	186	مفتی ذاکر حسن نعمانی
علوم وفنون میں معقولات کی ضرورت واہمیت	194	مولانا حمد اللہ جان داجوی
عصری تقاضے اور علم فقہ کی تدریس	208	مولانا مفتی غلام الرحمٰن
علم حدیث اور اس کے پڑھانے کا طرق	240	شیخ الحدیث مولانا حسن جان
کسب معاش اور گداگری	251	محمد ثاقب الشرف
عصر حاضر کے تقاضے اور اہل علم کی ذمہ داریاں	257	مولانا محمد فاروق غالب
مدینہ منورہ کی مشہور مساجد	264	بابو شفقت سہام

Scanned with CamScanner

فتنوں کے سدباب کیلئے شرعی راستوں کی تلاش	292	مفتی ذاکر حسن نعمانی
مسابقہ حفظ القرآن۔ایک تاریخی قدم	314	مفتی عتیق الرحمٰن
کیا اسلام ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے؟	318	محمد عباس کوثری
خاندانی منصوبہ بندی ترقی کا زینہ یا بربادی کا سامان	327	ابن غیاث عثمانی
اخلاقیات کی حقیقت اور قسمیں	363	مفتی ذاکر حسن نعمانی
قرآن کا معاشرتی نظام	382	شاہد الدین سواتی
امام ابوحنیفہ کے فقہی اصول وقواعد اوران کی خصوصیات	408	محمد عبدالقیوم ہزاروی
تقسیم میراث میں کوتاہی	424	ابوبکر الکوثری
لندن دھماکے اور دینی مدارس کا موقف	430	مولانا محمد حنیف، جالندھری
عالمی حالات اور مسلمانوں کیلئے راہ عمل	434	مولانا محمد فاروق غالب
مجلس شوری کا سالانہ اجلاس	440	ابورضوان
تلاوت اور ختم القرآن کی اجرت کا شرعی جائزہ	461	مفتی ذاکر حسن نعمانی
ختم بخاری شریف	474	مولانا سلیم اللہ خان
عورتوں کی بے پردگی کے نقصانات	573	مفتی ذاکر حسن نعمانی

اخبار الجامعہ

تعلیمی سال نمبر 13 کا آغاز	537	ابورضوان
اساتذہ کرام کی تقرری	537	
وفیات	537	
پہلا جائزہ	53	

	==	
تعطیلات عیدالاضحیٰ	==	
جرم قربانی	107	مولانا محمد فاروق غالب
افتتاح اسباق		
حضرت مفتی صاحب کے بچوں کا ختم حفظ قرآن		
مسجد کی تعمیر	160	ابورضوان
دورہ تدریب المعلمین	272	مولانا محمد فاروق غالب
چہارٹیم ماہی امتحان	==	
حاضری اور اسباق	==	
تقریب یوم سرپرستان	501	ابورضوان
تعلیمی سال نمبر 13 کا اختتام	==	
چند اساتذہ کرام کا تعلیمی سفر	594	مولانا محمد فاروق
رئیس جامعہ کا سفر حرمین		
جامعہ کا تعلیمی سال نمبر ۱۴	595	
نئے اساتذہ کی تقرری		

تبصرہ کتب

نام کتاب	صفحہ نمبر	تبصرہ نگار
تطبیق الآیات	541	مولانا محمود رشید
سیرت نگاری کے اصول	542	
مدارس دینیہ کا تعارف	545	مولانا محمد قاسم حبیب
اسرائیل کیوں تسلیم کیا جائے	55	مولانا محمد ریاض
سرسید کی کہانی ان کی اپنی زبانی	109	

Scanned with CamScanner

خواتین کے فقہی مسائل	110	صالح محمد جدون
تذکرۃ المفسرین	164	مولانا محمد ارسلان
ماہنامہ ندوۃ العلماء کراچی	166	مولانا مدثر شاہ
خودنوشت افکار سرسید	167	مولانا محمد فاروق غالب
سوانح حضرت مولانا حسین احمد مدنی	222	مولانا یعقوب الرحمٰن
سلاح المؤمن	224	مولانا محمد فاروق غالب
جمال محمد	274	صالح محمد جدون
سلام اور اس کے احکام	275	محمد فاروق غالب
تحفۂ عثمانیہ	596	عبدالقیوم
پرچھائیاں	597	ریاض محمد
الطریقۃ المرضیۃ	598	محمد ارسلان

مؤدبانہ گزارش

تمام ممبر حضرات سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ
جن کی مدت خریداری مکمل ہو چکی ہے۔
وہ از راہ کرم زر سالانہ 125 روپے ارسال فرما کر
ادارہ سے مالی بوجھ کم کرنے میں تعاون فرما کر
سعادت دارین حاصل کریں

ادارہ

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

ماہنامہ

العصر

پشاور

زیر سرپرستی

حضرت مولانا حکیم لطف الرحمٰن صاحب زید مجدہم

مجلس ادارت

مدیر مسؤل
مفتی غلام الرحمٰن

نائب مدیر
مولانا ذاکر حسن نعمانی

مجلس مشاورت

مولانا حسین احمد
مفتی نجم الرحمٰن

قانونی مشیر
نثار خان ایڈووکیٹ

جنوری 2005ء ذی القعدہ ۱۴۲۵ھ جلد ۱۱ شمارہ ۱

صدائے عصر	اداریہ	۲
محاسن القرآن	مفتی غلام الرحمٰن	۱۰
کاغذی زر کی شرعی حیثیت	مفتی ذاکر حسن نعمانی	۱۹
دارالافتاء	مفتی غلام الرحمٰن	۲۸
سونامی کیوں اور کیسے؟	سرور منیر راؤ	۳۲
دین صحیح اور علم صحیح کا امتزاج مگر کیسے؟	مولانا محمد فاروق	۳۶
خون انقلاب وحصول مقاصد یا بے خون انقلاب ودفع مفاسد	شاہد اللہ جان	۴۳
امریکہ ایک ناکام ریاست	قاضی مصطفیٰ کامل	۴۹
اخبار الجامعہ	ابو رضوان	۵۳
تبصرہ کتب	مولانا ریاض محمد	۵۵

بر پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ پشاور صدر۔ صوبہ سرحد پاکستان فون ۲۷۲۳۵۶۱-۰۹۱

پبلشر و دفتر مفتی غلام الرحمٰن نے وحدت پرنٹنگ پریس خیبر بازار پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر سے شائع کیا

بدل اشتراک فی پرچہ 15 روپے / زر سالانہ اندرون ملک 125 روپے بیرون ملک 25 ڈالر کی قیمت

صدائے عصر

ایران اور امریکی عزائم

اگر چہ ﴿ایران﴾ بہت پہلے برائی کا محور قرار دیا گیا تھا۔اُس وقت بھی عام تاثر یہ تھا کہ کوریا اور شام کی بہ نسبت ایران کے بارے میں بہادر امریکہ کے رویہ میں درشتی زیادہ ہے۔لیکن ۲۰ جنوری ۲۰۰۵ء کی رسم تاجپوشی کے موقعہ پر بش اور اس کے رفقاء کار کے بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ امریکہ کے انتخابات میں بش کی دوبارہ کامیابی اس ایجنڈا کی تکمیل ہے۔ایران کو سبق سکھائے بغیر بش کی عالم اسلام کی تخریب کا منصوبہ ادھورا متصور ہوگا۔چنانچہ امریکی صدر بش نے کہا ہے کہ فوج تیار ہے۔دنیا میں کسی بھی جگہ بھجوانے کے لئے کال دے سکتے ہیں۔دہشت گردوں کو صرف امریکہ ہی ختم کر سکتا ہے۔ صدر بش کی دوسری مدت صدارت کی حلف برداری کی تقریب سے تھوڑی دیر پہلے نائب صدر ڈک چینی نے کہا کہ ایران ان کے لئے سب سے بڑا باعث پریشانی ہے۔لیکن ان کا ملک یہ چاہے گا کہ معاملات سفارت کاری سے حل ہو جائیں۔ڈک چینی نے کہا کہ امریکہ مشرق وسطی میں اور جنگ نہیں چاہتا اور وہ پوری کوشش کرے گا کہ جنگ کے بغیر معاملات طے پا جائیں۔ڈک چینی نے یہ بھی کہا ہے کہ شاید اسرائیل اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر اپنے طور پر ایران کے خلاف کوئی کاروائی کرے۔لیکن ان کے بقول ایسی کوئی بھی کاروائی ناپسندیدہ ہوگی۔اور اگر ایران ایٹمی پروگرام جاری رکھنے پر بضد رہا تو امریکہ اس معاملے کو اقوام متحدہ کے سیکورٹی کونسل کے پاس لے جائے گا تا کہ اس پر عالمی پابندیاں لگ سکیں۔ایسا ہی امریکہ کے نامزد وزیر خارجہ نے کہا ہے۔کہ شمالی کوریا کے ایٹمی پروگرام کے بعد ایران کی خطرناک حکومت سے نمٹنا ہمارا مقصد ہے۔

یہ امریکہ کی وہ اسلام دشمنی ہے۔جو موقعہ بموقعہ ظاہر ہوتی رہتی ہے۔﴿قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر﴾ لیکن دلوں کی گہرائیوں میں اسلام اور اہل اسلام کے

خلاف جو عداوت اور دشمنی چھپی ہے۔وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔افغانستان اور عراق میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہہ جانے، لاکھوں کی تعداد میں بچوں کے یتیم ہونے اور آباد شہروں کو ویرانی میں تبدیل کرنے کے بعد امریکہ سے خیر کی توقع رکھنا خوش فہمی سے سوا اور کیا ہے؟ امریکہ تو صلیبی جنگوں کے بدلہ لینے کا جھنڈا بلند کر کے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تلا ہوا ہے۔معلوم نہیں کہ اس کے بعد وہ مسلمانوں سے جو سلوک کرے گا۔اس کے لئے خیر خواہی کا مترادف لفظ کس لغت میں ملے گا؟ اور یا اس کے کونسے معاشرہ میں انسانیت کی خیر خواہی کی امید ہوگی۔ہاں جب ایسا ماحول بنے جبکہ جبر و تشدد سے یقیناً کچھ وقت کے لئے دن کو رات کہنے کی گنجائش ہے کہ حقیقتیں تبدیل ہوں۔ظلم کو انصاف، امن کو دہشت گردی، ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم کہنے کی اصطلاح وضع ہو تو پھر یقیناً امریکہ کاروائیوں کی انصاف پسندی اور انسانیت کی فلاح و بہبود سے تعبیر ہو سکتی ہے۔لیکن تاریخ سے یہ توقع رکھنا خود تاریخ سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔دجل و تلبیس اور عیاری کے لبادہ میں مخفی ظلم و زیادتی اور آدم خوری کو تاریخ کبھی مخفی نہیں رکھے گی۔آخر کب تک امریکہ سچائی کو جھٹلانے میں کامیاب ہوگا۔کیا امریکی معاشرہ حقیقت پسندی سے نابلد ہے؟ اور اسرائیل کے پروپیگنڈہ سے تمام معاشرہ نے آنکھوں پر سیاہ پٹی باندھ رکھی ہیں۔یا کسی کو بینائی کا ادراک بھی ہے؟ آخر کار عراق اور افغانیوں کو کس جرم کی سزا دی جارہی ہے؟

ایران کے خلاف امریکہ کسی سخت سے سخت اقدام سے گریز نہیں کرے گا۔ممکن ہے کہ وہ افغانستان اور عراق میں ظلم و زیادتی کے فارمولے میں اضافہ کر کے تاتاریوں کی یاد تازہ کرے۔لیکن اس میدان میں کیا یہ ایران کا انفرادی مسئلہ ہوگا؟ جیسا کہ ہم نے افغانستان اور عراق میں ابھی تک یہ کاروائی ان ممالک کی انفرادی کاروائی سمجھی تھی۔یا پورے عالم اسلام کا مسئلہ ہوگا؟ میرے خیال میں اگر طالبان کی حکومت ختم کرنے کو اس وقت عالم اسلام ان کے انفرادی مسئلہ ہونے کے سوء ظن میں مبتلا نہ ہوتا تو آج اتنی بڑی مصیبت کا سامنا کرنا نہ پڑتا۔پھر بھی عراق کے مسئلہ میں اگر ہم یہ غلطی نہ دھراتے تو شاید مسئلہ اتنا گھمبیر نہ ہوتا۔ابھی تو عالم اسلام کی حیثیت اس پرندے کی مانند ہے جس سے بال ایک ایک کر کے کاٹے گئے ہوں، اس میں اڑنے کی سکت نہ ہو۔اور نہ کہیں خلاصی کی جگہ نظر آتی ہو

ایران کے مسئلہ پر اگر عالم اسلام نے سنجیدگی کا مظاہرہ نہ کیا تو تیسری بار یہ غلطی آخری غلطی ہوگی اور اسکے بعد عالم اسلام کو زندہ رہنے کا حق نہیں رہے گا - خدا نہ کرے کہ اس سے عالمی سطح پر مسلمان اپنا تشخص کھو بیٹھیں - ڈیڑھ ارب کی آبادی اور چھپن اسلامی ممالک کی فہرست کا دعوی کرنا جھوٹ کا پلندہ ثابت ہو جائے -

ایران پر ممکنہ حملہ کی صورت میں پاکستان کو اپنے کردار کے تعین میں دور اندیشی کا مظاہرہ کرنا ہوگا - کسی کوتاہ نظری یا عارضی مفادات کے تحفظ سے جو لاوا پھوٹے گا - اس کو بند کرنا پھر ہمارے اختیار سے باہر ہوگا - ایسی صورت میں عوامی، یا فوجی حکومتیں اس کا تدارک نہیں کرسکتیں - جو بھی اس سیلاب کے سامنے آئے گا وہ خس و خاشاک کی طرح بہہ جائے گا - ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ افغانستان اور عراق کے مسئلہ پر پاکستان ابھی تک مصلحت پسندی اور عارضی مفادات کے تحفظ کا شکار ہے - ابھی تک ہم ﴿پہلے پاکستان اور پھر عالم اسلام﴾ کے مفروضہ میں مبتلا ہیں - جبکہ حقیقت برعکس ہے ہمیں عالم اسلام کی فکر ترجیحی بنیادوں پر کرنی ہوگی - خدانخواستہ اگر عالم اسلام باقی نہ رہا تو پھر پاکستان کی بقاء کی کوئی ضمانت نہیں پائی جاتی - کسی کا ذہن اس کو تسلیم کرے یا نہ کرے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان کی بقاء کا راز عالم اسلام سے وابستہ ہے - اور اسلام سے وابستگی میں اس کا تحفظ ہے - اس لئے ہمیں عالمی سطح پر فیصلہ کرتے یا خارجہ پالیسی مرتب کرتے وقت اجتماعی مفادات اور عالم اسلام کو مدنظر رکھنا ہوگا -

ایسے نازک مرحلے میں بظاہر دو صورتیں دکھائی دے رہی ہیں - پہلی صورت یہ ہے کہ ایران، پر ممکنہ حملے میں ہم افغانستان اور عراق پر حملہ کے وقت کی پالیسی کی فائلوں سے گرد و غبار صاف کرکے میز کو سجائیں اور وہی رویہ اپنائیں - کہ ہمیں اپنے ملک کے مفادات سب سے عزیز ہیں - ایران سے کیا تعلق ہے؟ ایران جانے اور اس کا کام - امریکہ بھی پاکستان سے یہی توقعات رکھ کر اپنی پالیسی ترتیب دے رہا ہے - لیکن اس کے لئے پاکستان اور ایران کے درمیان تلخی پیدا کرنے اور باہمی منافرت کی بیج بونے کے لئے ایک منظم محنت کرنی ہوگی - یہ خوف محسوس ہوتا ہے کہ ایران کی سرحد پر صوبہ بلوچستان میں شیعہ سنی تنازعات پیدا کرنے کے لئے دھماکے کروانا اور مسلمانوں کو باہمی طور پر

ایک دوسرے کے سامنے لا کر کھڑا کرنا ایران کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی کوشش نہ ہو - ایسا ہی قریب ایام میں گلگت میں جو کھیل کھیلا گیا ہے - یہ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی معلوم ہوتا ہے - شاید یہ بات صرف پاکستان کے بعض علاقوں تک محدود نہ رہے بلکہ ایران پر حملہ کے جواز کے لئے پاکستان کو شیعہ سنی تنازعہ کا مرکز بنا کر پورے عالم اسلام کو محض اس بہانہ پر ایران کے خلاف کھڑا کردے - اس مفروضہ کی تائید برطانوی وزیر خارجہ جیک سٹرا کی ان دو سو صفحات پر مشتمل رپورٹ سے ہوتی ہے - جو چند دن قبل اس نے دارالعوام کے سامنے پیش کی ہے - جس میں کہا گیا ہے کہ ایران پر ممکنہ حملہ میں برطانیہ امریکہ کے ساتھ نہیں دے گا - اس رپورٹ میں اس خدشہ کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ پاکستان شاید اس حملہ میں معاون ثابت ہو - کیونکہ ایران مبینہ طور پر بلوچستان میں بلوچیوں کو بھڑکا کر بدامنی پھیلا رہا ہے - اس سے بھی انکار نہیں کہ پاکستان کا ایران سے سرحدی تنازعات پیدا کرنے کے لئے مصنوعی بحران پیدا کیا جائے اور یا ایران کے سرحد پر بلوچستان میں تیل کی تلاش کا جذبہ لیکر تنازعات پیدا کرنے کے لئے وسیع میدان ہموار کرنا پڑے - گذشتہ دنوں میں اس شر انگیز خبر سے بھی اس موقف کو تائید ملتی ہے - کہ ایران میں ایٹمی توانائی کی تلاش میں امریکی فوجی کی مدد پاکستان کر رہا ہے - چنانچہ پاکستان کو اس کی تردید کی ضرورت پڑی - خدانخواستہ اگر یہ مذموم محنت ثمر آور ہوئی اور واقعی پاکستان امریکہ کے لئے ایک بار پھر فرنٹ مین کا کردار ادا کرے تو اس سے پاکستان کا وجود بھی مٹ جائے گا - خدانخواستہ اگر ایران پر حملہ کامیاب رہا - تو افغانستان اور عراق پر کنٹرول کے بعد جب ایران درمیان میں نہ رہ جائے - تو پھر پاکستان کا دفاع مشکل رہے گا - بلکہ شاید اس صورت میں امریکہ کو پاکستان پر قبضہ کرنے میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے - کیونکہ پہلے سے یہاں پر میدان ہموار کرنے کی سعی ہو رہی ہے - اور بعض منصوبوں میں امریکہ کی ممکنہ تشریف آوری کو مدنظر رکھا جاتا ہے -

دوسری صورت پاکستان کے لئے انکار کی ہے کہ ایران کے ساتھ کھڑے ہو کر امریکہ کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر بات کی جائے - گذشتہ فروگذاشتی کے تدارک کے لئے ایران پر حملہ کو ایسا آسان نہ بنایا جائے جیسا کہ افغانستان میں طالبان حکومت کو امریکہ نے شیر مادر سمجھ کر ہضم کیا اور اس کے نتیجہ میں بڑی دیدہ دلیری سے عراق میں داخل ہوا - لیکن پاکستان کے لئے یہ ذمہ داری نبھانا بھی

Scanned with CamScanner

بظاہر مشکل ہے- کیونکہ ایسے کردار اپنانے میں پاکستان کو ان ڈالروں سے محروم ہونا پڑے گا- جس کی وصولی کی خوش فہمی میں ہمارا پالیسی ساز طبقہ مبتلا ہے- صرف یہ نہیں بلکہ امریکہ نے ہمارے اردگرد ایسا ماحول بنا رکھا ہے کہ اگر امریکہ خاموش بھی رہے تو وہ افغانستان اور ہندوستان کے ذریعہ پاکستان کو سبق سکھا سکتا ہے- کیونکہ امریکہ کی ایماء پر قبائلی علاقوں میں ہمارے ناعاقبت اندیش حکمرانوں نے جو سلوک اختیار کر رکھا ہے- اس سے مغربی سرحد عدم تحفظ کا شکار ہوا ہے- افغانستان سے اختلافات کو ہوا دیکر افغانیوں کو پاکستان سے ایسا بدظن کر رہا ہے کہ وہ کسی انتظار کے بغیر حملہ کے لئے پرتول رہے ہیں- اور پھر ہندوستان کو بھی اس میدان میں اپنا حصہ ڈالنا ہوگا- یوں اس علاقہ میں آگ کے جن شعلوں کے بلند ہونے کا امکان ہے، اس سے کسی سے چیز کا بچنا مشکل ہے- اندازہ ہوتا ہے کہ یہودی ذہن نے امریکہ کو جس راستہ پر ڈال کر اس خطہ کے لئے جو منصوبہ تیار کیا ہے، اس میں جو صورت بھی اختیار کی جائے اس میں امت مسلمہ کی تباہی لکھی ہوئی ہے- اور یہودی اہداف کا حصول یقینی ہے- اور عین ممکن ہے کہ بش ایک بار پھر پاکستان کے عسکری حکمرانوں کے امتحان کے لئے آبجکٹیو ٹائپ کا ایسا پرچہ تیار کرے جس کا جواب ہاں یا نہیں میں ہوتا ہے- کسی ایک کا جواب دینا دوست یا دشمنی کی فہرست میں اندراج پر منتج ہے-

لیکن اگر ہماری خارجہ پالیسی پر سنجیدگی سے غور کر کے ذاتی مفادات کے دلدل سے نکل کر اجتماعی مفادات کے تحفظ کے لئے معنی خیز کوشش کر کے ایسا نظام مرتب کیا جائے جس میں اس دلدل سے نکلنے کے لئے آسانی سے باعزت راستہ میسر ہو تو وہ زیادہ سودمند اور پائیدار رہے گا- بے شک ہم اس وقت امریکہ کے دشمن بن کر سامنے نہ آئیں- بلکہ دوسروں کے ہاتھ سے امریکہ کی تباہی کا انتظار کریں- کیونکہ اگر ہم امریکہ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر آگے آئے اور غیرت حمیت اور ایمان کامل کی صورت میں جیسا کہ یہ ممکن ہے لیکن امریکہ کو میدان سے ہٹانے کے بعد اس میدان کو سنبھالنے کی امیدیں امت مسلمہ کے موجودہ حکمرانوں سے رکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے- عالم اسلام پھر اس میدان میں دوسروں کے لئے آلہ کار بن کر اپنی قوت ضائع کرے گا- اس سے بہتر یہ ہے کہ امریکہ کی تباہی کے لئے ان ہاتھوں کا انتظار کیا جائے، جو سپر پاور کی متبادل قوت کے طور پر ابھرنے

کے لئے پرتول رہے ہیں- اور امت مسلمہ اس وقت اپنی تمام تر توجہ اس پر مرکوز رکھے کہ یہودی پالیسی کو ناکام کرنے کے لئے کونسا راستہ اختیار کرنا چاہئے- امت مسلمہ کی کامیابی اس وقت اس میں ہے کہ یہودی پالیسی کامیاب نہ ہو- یہ بھی ممکن ہے کہ آئندہ جا کر کسی وقت خود امریکیوں کو ہوش آئے کہ انہوں نے اسرائیل کی خوشنودی میں آنکھیں بند کر کے جس ظلم کا بازار گرم کر رکھے ہیں اس کے منفی اثرات خود ان کے حق میں کیا ہیں؟ اور ان اقدامات سے خود امریکہ کو کونسے نقصانات اٹھانے پڑے- لیکن فی الحال یہ حقیقت امریکیوں کی نظروں سے اوجھل ہے- ممکن ہے امت مسلمہ کی محنت سے یہ راز امریکیوں پر کھلے-

پاکستان کے لئے اس میدان میں دو محاذوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے اور اس میں اس کا بچاؤ ہے- پہلا محاذ تو یہ ہے کہ اندرون ملک اتفاق و اتحاد اور ہم آہنگی کی فضا ہموار ہو- شیعہ سنی تنازعات پیدا کرنے کے جو راستے ہیں ان کو مضبوطی سے بند کرنے کی ضرورت ہے- اس میں خود ایران کو بھی برات نامے کی ضرورت پڑے گی- کیونکہ مبینہ دہشت گردی کے حوالہ سے جہاں شیعہ سنی فسادات ہوتے ہیں ان میں ایران کا نام بڑی دیدہ دلیری سے لیا جاتا ہے- خود ایران کو یہ ثابت کرانا ہوگا کہ وہ شیعہ سنی کے نام سے کسی درجہ میں بھی ملوث نہیں- اس نام پر تنظیموں کی حوصلہ افزائی یا پشت پناہی میں اس کا کوئی کردار نہیں- اسی طرح دونوں طبقوں کے علماء کو بھی باہمی طور پر ایک دوسرے کے جذبات سے کھیلنے سے اجتناب کے لئے ثمر آور اقدامات کے لئے راستہ ہموار کرنا ہوگا- شیعہ سنی اختلافات کو علمی میدان تک محدود رکھتے ہوئے اس نام پر دشمن کے عزائم کے لئے کامیابی کا موقعہ نہ دینا دونوں کی ذمہ داری ہے- یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پاکستان کے معاشرہ میں کسی صحابی کے بارے میں لب کشائی اس فضا کو مسموم بنانے کی مذموم کوشش ہے- میرے خیال میں اگر شیعہ سنی کے قائدین ایک سٹیج پر بیٹھ کر صرف اس پر اتفاق کریں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی جان نثار یعنی ایک ادنی صحابی کے خلاف لب کشائی جرم ہے- تو اس سے دشمنان اسلام کی کمر ٹوٹ سکتی ہے- ہم آہنگی اور اتفاق و اتحاد کی فضا ہموار ہو سکتی ہے- اندازہ ہوتا ہے کہ باہمی مشت و گریبان اور ایک دوسرے کے خلاف مورچہ سنبھالنے کا یہ عذاب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بارے میں بعض لوگوں

کی نازیبا زبان استعمال کرنے کی سزا ہے- خدا کرے کہ ایسے لٹریچر کو ضبط کرنے پر دونوں طبقے متفق ہوں تو دشمن کو درمیان میں کودنے کا موقعہ نہیں ملے گا-

دوسرا محاذ عالمی سطح پر فضاء کو ہموا کرنے کے بارے میں ہے- پاکستان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ عالم اسلام میں اپنے قد وقامت کو دیکھ کر بات کرے- بحمد اللہ پاکستان ایک ایٹمی ملک ہے- اور عالم اسلام میں اس کا ایک مقام ہے- یہ صرف اپنے وجود کے لئے نہیں بلکہ پوری امت کے لئے سوچ کر لائحہ عمل تیار کرے- کیونکہ عالم اسلام کے دفاع میں اس ملک کی دفاع ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی ممالک کے درمیان گہرا رابطہ ہو اور تمام ملت اسلامی کا موقف ایک ہو- اگر امریکہ کو اپنے مفادات کے لئے کہیں شہنشاہیت، کہیں فوجی حکومتیں اور کہیں جمہوریتی حکومتیں قابل برداشت ہیں- تو ہم عالمی سطح پر ایک دوسرے کے لئے کیوں قابل برداشت نہیں- جہاں کہیں اسلامی ممالک کے آپس میں سرحدات کے تنازعات ہوں یا کہیں دوسرے شکوے ہوں تو امت مسلمہ کے پلیٹ فارم سے حل کرنا ضروری ہے- ایران کے حالیہ مسئلہ کو دشمن کے ہاتھوں میں چھوڑنے کی بجائے خود اپنے ہاتھوں میں لینا چاہئے- کئی ایسی باتیں ہیں کہ ایران امریکہ یا اتحادی ممالک کے کہنے پر ماننے کے لئے تیار نہیں- وہ طالبان کی طرح جان دے سکتا ہے لیکن امریکہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اس کی کتاب میں نہیں ہے- کیونکہ وہاں کے معاشرہ میں مذہبیت کا رجحان غالب ہے- ان کی نشو ونما اور تربیت مذہبی تناظر میں ہوتی ہے- وہ طالبان کی طرح اس کو امریکہ دشمنی، علاقائی یا ملکی سرحدات کا جھگڑا نہیں سمجھتا ہے بلکہ مذہبی فریضہ سمجھتا ہے اس لئے امریکہ سے مفاہمت کے لئے ایران تیار نہیں ہوگا- لیکن عالم اسلام خود ایران کے ساتھ بیٹھ کر عالمی حالات کے تناظر میں کئی ایسی باتیں منوا سکتا ہے -جس سے جنگ کا خطرہ ٹل سکتا ہے- اس کیلئے بہتر ہوگا کہ او آئی سی کا اجلاس بلایا جائے- اس میں دل کھول کر عالمی مسائل پر بحث ہو اس کے علاوہ دوسری تنظیمیں رابطہ عالم اسلامی- مؤتمر عالم اسلامی بلکہ اسلامی این جی اوز اپنے اپنے ممکنہ وسائل اور اثر ورسوخ استعمال کر کے مسائل حل کرنے کی طرف توجہ دیں- افغانستان اور عراق کے موقعہ پر روا رکھے ہوئے رویہ کی تاریخ دھرانے میں تباہی اور ہلاکت کے سوا کچھ نہیں- ایران سے پاکستان کے جغرافیائی سرحدات کا اشتراک نہیں بلکہ ثقافتی، تہذیبی اور

اسلامی اخوت کے ایسے مضبوط رشتہ سے یہ دونوں ممالک منسلک ہیں کہ ان کی آپس میں جدائی ممکن نہیں- پاکستان کو چاہیے کہ وہ ایران پر ممکنہ حملہ سے صرف نظر نہ کرے بلکہ باریک بینی سے اس کا جائزہ لے اور پالیسی مرتب کرے- بہتر یہ ہوگا کہ اس پر غور وحوض کے لئے اقتدار اور اختلاف کے دونوں طبقوں سے رہنمائی لی جائے بلکہ وہ لیڈر جن کو ملکی پالیسی وضع کرنے میں تجربہ ہونے کے باوجود ملک سے باہر بیٹھے ہیں ان کو بھی اس موقعہ پر اپنی صلاحیتیں پیش کرنے کا موقعہ دیا جائے- اگر اس سلسلہ میں عسکری حکمران کو وسعت ظرفی کا مظاہرہ کر کے حزب اختلاف کے ان جائز مطالبات کو تسلیم کر کے اتفاق کی فضا ہموار کریں- جن کی وجہ سے کئی سالوں سے حزب اقتدار و اختلاف ایک دوسرے کے خلاف مورچہ زن ہیں- تو صورت حال بہتر ہوگی- ورنہ تباہی سے بچنا مشکل ہوگا-

والعصر ان الانسان لفی خسر ○

زمانے کی گردش

زمانے کی گردش اگرچہ عجیب امر ہے-
لیکن انسان کی غفلت اس سے زیادہ
عجیب ہے- انسان کو تو اپنی عمر کے
اس دن پر آنسو بہانے چاہیں، جو گذر جائے
اور اس میں اس نے کوئی نیکی نہ کی ہو-

حضرت ابوبکر صدیقؓ

Scanned with CamScanner

مفتی غلام الرحمٰن

کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیر الوصیة للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین ٥فمن بدله ما سمعه فانما اثمه علی الذین یبدلونه ان اللہ سمیع علیم ٥فمن خاف من موص جنفا او اثما فاصلح بینهم فلا اثم علیه ان اللہ غفور الرحیم٥

ترجمہ: ''یہ تمہارا اخلاقی فرض ہے کہ ترکہ چھوڑنے کی صورت میں موت کے وقت والدین اور رشتہ داروں کیلئے دستور کے موافق وصیت کرے خدا سے ڈرنے والوں کی یہ اہم ذمہ داری ہے۔ پس جنہوں نے وصیت سننے کے بعد بدل ڈالی اس کا گناہ ان لوگوں پر ہے جنہوں نے وصیت میں تبدیلی کی مذموم کوشش کی اللہ تعالیٰ خوب سنتا جانتا ہے البتہ کسی کو وصیت کرنے والے سے طرفداری یا زیادتی کا خطرہ ہو کہ اس نے مصالحانہ کردار ادا کیا اس پر کوئی گناہ نہیں بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

محاسن: تحفظ نفس کیلئے عادلانہ نظام (قصاص) کی مشروعیت کیساتھ مردے کی جائیداد متروکہ کے بارے میں چند احکام کی نشاندہی ہو رہی ہے کیونکہ مقتول اور قصاص کے طور پر قاتل کو سزا دینے کے بعد یقیناً جائیداد متروکہ میں پسماندہ ورثاء کیلئے مسائل پیدا ہونے کا احتمال ہے تاہم قانونی شکل اختیار کرنے کے بعد پورے معاشرے پر یہ حکم حاوی رہتا ہے۔

وصیت کی حقیقت واہمیت

زندگی کا چراغ گل ہو جانے کے بعد اپنی ذات، اولاد جائیداد متروکہ یا کسی حق کے بارے میں ورثاء یا کسی رفقاء کار کو مشورہ دینے کا نام وصیت ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ میرے مرنے کے بعد فلاں

کام ایسا کیا جائے یا جائیداد میں فلاں کو اتنا حصّہ دیا جائے۔ ابتداء اسلام میں میت کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ موت کے بعد اپنی جائیداد میں کلی یا جزوی طور پر کوئی رہبری کر کے والدین یا رشتہ داروں کیلئے اضافی فائدہ رسانی کا ذریعہ بنے۔ لیکن خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر اسلام کے عادلانہ منشور پیش کر کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ (ان اللہ اعطی لکل ذی حق حقه فلا وصیة للوارث)

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اسکا حق دے دیا ہے پس وارث کیلئے وصیت نہیں۔ اسلئے اب جائیداد کے منصفانہ تقسیم میراث کے حوالے سے ہوگی۔ عصبہ، ذوی الفروض یا ذوی الارحام میں سے جس کو حق ملے۔ وہی اسکا مالک متصور ہوگا۔ پھر میراث میں حق کا ملنا اضطراری حق ہے جو خود بخود ثابت ہوتا ہے اس کا حصول نہ وارث کے علم پر موقوف ہے اور نہ مورث کی وصیت کی ضرورت ہے۔

مورث اپنی حالت صحت وبقاء، ہوش وحواس میں اپنی جائیداد میں ہر قسم کے تصرّف کا حق محفوظ رکھتا ہے۔ لیکن موت کے بعد جائیداد اسکی نہیں رہتی۔ اسلئے اسکے تصرّفات کے اختیارات نہایت محدود رہتے ہیں۔ ہاں اگر کسی غیر وارث کیلئے وصیت ہو تو تجہیز وتکفین اور کسی واجب الادا حق سے فراغت کے بعد بقیہ جائیداد میں ثلث ۳/۱حصّہ تک میت وصیت کر سکتا ہے۔ تاہم کسی وارث کے حق میں کی ہوئی وصیت دوسرے ورثاء کی اجازت پر ہوگی۔ شاہ ولی اللہؒ جہاں پانچ آیات کو قرآن میں منسوخ سمجھتے ہیں ان میں یہ آیت بھی شامل ہے کہ میراث کے حوالے سے ابھی ورثاء کو جائیداد وصیت کی بنیاد پر نہیں دی جا سکتی لیکن دوسرے علماء کے نزدیک آیت کو منسوخ ماننے کے بجائے محکم ٹھہرانا زیادہ مناسب ہے۔ اسکا مصداق وہ والدین یا دوسرے ورثاء ہیں۔ جو موانع ارث کی وجہ سے میراث کا حق نہیں پا سکتے ہوں یعنی کہیں والدین یا دوسرے ورثاء غیر مسلم ہوں۔ تو مسلمان کی جائیداد میں غیر مسلم کے عدم استحقاق کی بنا پر جب والدین یا ورثاء کو حرمان کا سامنا کرنا پڑے۔ وہاں محض صلہ رحمی کی بنا پر ایک شخص وصیت کر کے کچھ حصہ دے سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آیت کے حوالے سے وصیت والدین اور اقرباء کے دنیوی فائدے کیلئے نہ ہو بلکہ اخروی فائدے کو مدنظر رکھتے ہوئے میت یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد میری جائیداد متروکہ میں شرعی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے عمل کیا جائے یعنی یہ وصیت شریعت کے اصول کی پاسداری کیلئے ہو۔

Scanned with CamScanner

وصیت پر عمل کرنے کی ذمہ داری:

فقہ کی عام کتابوں میں ''وصیت'' پر خاصی تفصیلی بحث کی گئی ہے- مسائل اور جزئیات کافی تعداد میں ملتی ہیں- معاشرتی حوالے سے ان سے رہنمائی ضروری ہے- تاہم یہ پسماندہ با اختیار ورثاء کی ذمہ داری ہے کہ وہ مورث کے وصیت کا پاس رکھیں- مالی معاملات میں جہاں کسی کو وصیت سے منفعت ملتی ہو یا خود میت کو کوئی فائدہ یا سہولت مل سکتی ہو وہاں وصیت پر عمل کرنا واجب ہے- لیکن جہاں کہیں وصیت سے کسی کا حق وابستہ نہ ہو- وہاں وصیت پر عمل کرنا استحسان کے درجے میں ہے ایسی صورت میں وصیت کی اعانت نہ کرنے پر گناہ نہیں- ہاں معصیت کی وصیت کالعدم رہے گی- اس پر عمل کرنا ناجائز ہے- چنانچہ میت اگر مرنے کے بعد بدعات یا غیر شرعی رسومات جاری رکھنے کی وصیت کرے اس پر عمل ضروری نہیں اگر کہیں ورثاء نے معصیت کی وصیت پر عمل کی تو یہ ورثاء کے گنہگار ہونے کے علاوہ خود مردے کی تعزیت کا سبب ہے۔

وصیت کے بارے میں مصالحانہ کردار کے اثرات:

میت کی جائز اور قابل عمل وصیت میں ردوبدل کرنا جائز نہیں اگر مورث کی وصیت میں کہیں کسی وارث نے تزویر و تلبیس سے کام لیکر عمل سے فرار کا راستہ اختیار کیا تو اسکا وبال پسماندہ ورثاء خاصکر تبدیلی میں فعال کردار روا رکھنے والے پر ہوگا- لیکن اگر مورث نے ظالمانہ وصیت کا اردہ کیا مثلاً ورثاء کی ضرورت کے باوجود میت نے انکو ثلث سے محروم رکھنے کی کوشش کی- حالت صحت میں تمام جائیداد کسی کو زندگی میں ھبہ کر کے جائز ورثاء کو محروم رکھنے کی کوشش کی یا کسی کے حق کا اقرار کر کے تمام جائیداد قرض میں پھنسانے کی کوشش کی- ایسی صورت میں کسی نیک سیرت وارث نے میت کو پند و نصیحت سے ایسے اقدام سے باز رکھا یا بعد از موت ورثاء اور موصی لہ کے درمیان اختلافی نکتہ کو حل کرنے کیلئے مصالحانہ کردار ادا کیا تو اسمیں مورث کی وصیت میں کسی تبدیلی کیلئے شرعی راستہ نکالنے پر یہ گنہگار نہیں ہوگا- ہاں جس نے جان بوجھ کر محض اس بنیاد پر تحریف کی کوشش کی کہ پسماندہ ورثاء کو فائدہ ملے اور انکے مفادات کے تحفظ کیلئے کام کیا تو ایسا اقدام موجب گناہ ہے۔

ظالمانہ وصیت کیلئے آلہ کار بننا:

اگر چہ وصیت بذات خود کسی کو گواہ بنانے پر موقوف نہیں اسلئے ورثاء اگر وصیت کا اقرار کرتے ہوں تو اسمیں گواہ پیش کرنا ضروری نہیں- تاہم بہتر یہ ہے کہ وصیت پر گواہ ہوں تا کہ ضرورت کے وقت کام آسکیں- موجودہ معاشرتی حالت کے حوالے سے ضبط تحریر میں لانا بھی مناسب ہے- ایسی صورت میں کسی جائز وصیت کیلئے گواہ بننا یا تحریری خدمات کیلئے اپنے آپ کو پیش کرنا ایک مستحسن اقدام ہے- لیکن جہاں کہیں ناجائز وصیت ہو یا کسی وارث کو بغیر کسی وجہ محروم رکھنے کا ذریعہ ہو- وہاں ایسے کام کو تقویت دینے کیلئے آلہ کار بننا بھی گناہ ہے- چنانچہ سعد بن ابی وقاصؓ نے جب ثلث سے زائد وصیت کرنے کی کوشش کی آپ نے اسکو اس سے منع کیا- ایسا ہی نعمان بن بشیر کا کہنا ہے کہ میرے والد نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لاکر ایک خادم دینے کے بارے میں آپ کو گواہ بننے کا طریقہ پیش کیا- آپؐ نے پوچھا کیا تم تمام اولاد کیساتھ یوں سلوک کروگے- میرے باپ نے نفی میں جواب دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ایسے ظالمانہ کاروائیوں پر گواہی نہیں دیتا ہوں۔

ظالمانہ وصیت کو تقویت دینے کیلئے اگر سرکاری کاغذات کا سہارا لیا جائے یا کسی استفتاء کے حوالے سے کسی عالم کے دینی مشورے سے اسکو تقویت ملے تو ایسی صورت میں غیر شرعی کام کو سہارا دینے کیلئے ہر قسم کا اقدام موجب گناہ ہے- اس سے احتراز ضروری ہے۔

یا یھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون o ایاما معدودات o فمن کان منکم مریضا اوعلی سفر فعدة من ایام اخر وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین o فمن تطوع خیر افھو خیرله وان تصوموا خیرلکم ان کنتم تعلمون oشھر رمضان الذی انزل فیه القرآن ھدی للناس وبینت من الھدیٰ والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمه ومن کان مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر o

ترجمہ: اے ایمان والو روزے رکھنا تمہاری ذمہ داری قرار دی گئی ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں کی

Scanned with CamScanner

ذمہ داری قرار دی گئی تھی۔شاید یہ تمھارا التقوٰی میں اضافے کا ذریعہ ثابت ہو۔گنتی کے چند دن ہیں پس تم میں سے جو بیمار ہو یا سفر میں ہو دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرے اور جن لوگوں کو اسکی طاقت نہ ہو(کوئی بات نہیں)وہ بے سہارا لوگوں کو کھانا کھلا کر فدیہ ادا کریں۔جو کوئی خوشی سے نیکی میں اضافہ کرے وہ اس کیلئے بہتر ہے۔بہرحال اگر تم سمجھو تو روزہ رکھنا تمھارے لئے بہت بہتر ہے۔رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں لوگوں کی ھدایت کیلئے قرآن اتارا گیا ہے اسمیں ھدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور حق وباطل میں فرق کردیتا ہے۔اب تم میں سے جو شخص یہ مہینہ پائے اسکے تمام روزے رکھے۔ہاں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو۔دوسرے وقت میں یہ گنتی پوری کرے (سہولت کا راستہ دکھلا کر) اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ نرمی کا سلوک کر کے دشواری میں تمھیں ڈالنا نہیں چاہتا۔تمہیں چاہیئے کہ روزوں کی تعداد پوری کرکے سہولت کی رہبری کرنے پر اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اقرار کرکے شکریہ ادا کرو۔

محاسن :حضرت شیخؒ فرمایا کرتے تھے کہ امر انتظامیہ کے تذکرہ کے بعد امر مصلح یعنی روزے کا تذکرہ ہو رہا ہے۔تاکہ اصلاح نفس ہو کر معاشرتی حوالے سے امور انتظامیہ کی درستگی میں ممد ومعاون ثابت ہو کیونکہ معاشرے کو درست رکھنے کیلئے افراد کی اصلاح ضروری امر ہے اسلئے روزہ معاشی مسائل کے حوالے سے کسی کفایت شعاری یا اشیاء خوردونوش میں بچت کا نسخہ نہیں بلکہ تزکیہ نفس کیلئے اکسیر نسخہ ہے۔اس سے خالق اور مخلوق کے درمیان ایسا گہرا تعلق پیدا ہوتا ہے جو انسان کے ادراک کے دائرے سے ماورا ہے۔اسلئے حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔بنی آدم کا ہر عمل اسکے لئے ہے سوائے روزہ کے۔یہ میرے لئے ہے اور میں اسکا بدلہ دونگا۔یا میں ہی اسکا بدلہ ہوں۔

انسان روزے میں بھی طبعی خواہشات اور تقاضوں کے خلاف جہاد کرتا ہے۔جو مشکل امر ہے۔اسلئے فرضیت میں بشری نفسیات کی خاص رعایت کی گئی۔یہ ذمہ داری اکیلے تم پر نہیں ڈالی گئی بلکہ روزہ قدیم عبادت ہے۔اسمیں گذشتہ امتیں بھی تمہارے ساتھ شریک ہیں۔جس طرح امتوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا۔اس طرح تم پر بھی فرض کیا گیا ہے۔یہ تو چند دنوں کے گنتی ہے یعنی تیس یا انتیس روزے ہیں البتہ تم میں سے جو مسافر یا بیمار ہو۔اس کے لئے مناسب ہے کہ اقامت یا تندرستی کے موقعہ پر روزے رکھے بلکہ جو لوگ تندرست وتوانا ہو کر مقیم ہوں اور روزے کی طاقت بھی رکھتے ہوں

وہ روزے کی جگہ مساکین کو فدیہ ادا کرسکتے ہیں۔بلکہ مقررہ اندازے سے زیادہ فدیہ دیدیں۔یہ ایک اچھی بات ہے لیکن روزہ رکھنا بہرحال بہتر عمل ہے۔

کیا یہ آیت منسوخ ہے؟

شیخین اور سنن کی روایت کے حوالے سے حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ جب "و علی الذین یطیقونہ" آیت اتری تو ہمیں اختیار دیا گیا۔جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے روزے کا فدیہ دیدے۔پھر جب "من شھد منکم الشھر فلیصمہ" آیت نازل ہوئی تو اختیار ختم ہو کر طاقت والوں پر صرف روزہ رکھنا لازم ہو گیا۔ایسا ہی مسند احمد کے حوالے سے حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں۔نماز کی طرح روزے میں بھی تغیرات رونما ہوئیں۔

ا۔پہلی تبدیلی یہ ہوئی کہ ابتداء میں مدینہ منورہ میں آکر آپؐ ایام بیض (ہر مہینے میں تین روزے) اور عاشورہ کے روزوں کا اہتمام فرماتے تھے۔رمضان کی فرضیت سے ان ایام کا اہتمام ختم ہوا۔

۲۔ کتب علیکم الصیام کی آیت سے روزہ رکھنے یا فدیہ دینے کا اختیار تھا۔لیکن (من شھد منکم) آیت کے نزول سے یہ رعایت ختم ہو کر تندرست آدمی کی لئے روزہ لازمی قرار دیا گیا۔

(۳) تیسری تبدیلی یہ ہوئی کہ ابتداء میں افطار کے بعد سونے تک کھانے پینے اور خواہش پورا کرنے کی اجازت تھی۔لیکن سونے کے بعد آئندہ دن کا روزہ شروع ہو جاتا تھا لیکن ﴿کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی الیل﴾ نازل ہونے کے بعد یہ سہولت دی گئی کہ روزہ کی حقیقت دن تک محدود ہے۔

ان دونوں روایات کی روشنی میں عام تندرست اور توانا شخص جب مسافر نہ ہو اس کے بارے میں روزہ کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔اس لئے پھر یہ منسوخ ہو گئی۔لیکن اس کے ساتھ مفسرین نے بعض ایسے احتمالات کی روشنی میں تفسیر کی ہے۔جہاں آیت کو منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں رہتی اور آیت اپنے معنی کے حوالہ سے محکم رہتی ہے۔ان کے لئے ﴿یطیقونہ﴾ سے پہلے ﴿لا﴾ مقدر ماننے کی ضرورت پڑے گی۔یا باب افعال کے ہمزہ کو سلب ماخذ کے لئے مفید قرار دیکر علی الذین یطیقونہ

کا معنی یہ رہے گا- جو لوگ روزہ کی طاقت نہیں رکھتے ہیں وہ مسکین کو کھانا کھلا کر فدیہ ادا کریں گے-

حضرت شاہ ولی اللہ نے ﴿الفوز الکبیر﴾ میں ایک دوسرے احتمال کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کیوں نہ ہم ﴿یطیقونه﴾ کے ضمیر کو ﴿فدية طعام مسكين﴾ کی طرف راجع کریں- جو مبتدا موخر ہو کہ حکما مقدم ہونے کی وجہ سے ضمیر کا رجوع ممکن ہے- اور اس سے صدقہ فطر مراد لیکر یہ معنی مراد ہوگا کہ جو لوگ صدقہ فطر کی طاقت رکھتے ہیں- ان پر صدقہ فطر واجب ہے-

لیکن شاہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ میں ایک خاص لطف محسوس ہوتا ہے- جہاں نہ کسی تقدیر ماننے کی ضرورت ہے اور نہ روزہ کی بحث سے نکل کر فدیہ مراد لینے کی ضرورت ہے بلکہ ﴿اطاق یطیق﴾ کا استعمال وہاں ہوتا ہے- جو کوئی چیز بڑی مشقت سے برداشت کی جائے- مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ مشکل اور مشقت سے روزہ رکھ سکیں وہ روزہ کی بجائے فدیہ دیدیں- اس صورت میں اس سے مراد رمضان کے روزے ہوں گے اور یہ آیت شیخ فانی کے حق میں ہوگی- بہر حال موخر الذکر توجیہات کی روشنی میں آیت منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں-

فدیہ کی مقدار:

روزہ کے بدلہ جو فدیہ دیا جاتا ہے- فقہ حنفی کی رو سے نصف صاع مراد ہے- موجودہ پیمانے کے حوالہ سے صاع میں دو سو اسی تولے ہوتے ہیں- تو نصف صاع میں ایک سو چالیس تولہ کی مقدار ہوگی جبکہ ایک کلو کی مقدار پچاسی تولہ ہے- یوں علماء پونے دو کلو گندم یا آٹا اور یا اس کی مروجہ قیمت بتا کر احتیاطی پہلو پر عمل کرتے ہیں- تاہم اگر پونے دو کلو کی بجائے ایک روزہ کے بدلہ دو کلو گندم یا آٹا غریب کو دیا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے- فدیہ کی ادائیگی یہ خیال رہے کہ ایک روزے یا نماز کا فدیہ متعدد فقراء میں تقسیم نہ ہو بلکہ ایک فدیہ مکمل طور پر فقیر کے حوالہ ہوا گر روزانہ ایک فقیر کو مقرر کر کے فدیہ دیا جاتا ہو یا تیس فقراء کو دیا جائے- دونوں صورتیں جائز ہیں بلکہ ایک فقیر کو متعدد روزوں کے کفارہ کی ادائیگی کی گنجائش بھی پائی جاتی ہے-

مسافر کے لئے روزہ کا حکم

قرآن کی آیت اس بارے میں واضح ہے کہ بیماری اور سفر سے فائدہ اٹھا کر روزہ کا افطار جائز ہے- بیماری میں انسان اپنے وجدان یا کسی ماہر ڈاکٹر کے قول پر اعتماد کر کے روزہ توڑ سکتا ہے- یعنی ایک انسان کو جب یہ احساس ہو کہ بیماری کی حالت میں روزہ رکھنے سے اس کی بیماری بڑھ سکتی ہے- اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے- تو افطار کی گنجائش ہے- ایسا ہی سترمیل کے اندازے پر یک انسان سفر پر نکلے تو افطار کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے- تاہم یہاں روزہ رکھنے میں بھی کوئی گناہ نہیں- یعنی ایک شخص سفر یا بیماری کی حالت میں افطار اور عدم افطار کے بارے میں فیصلہ کر کے کوئی ایک صورت اختیار کر سکتا ہے گویا رخصت اور عزیمت دونوں کی گنجائش ہے- کیونکہ افطار کی اجازت بنیادی طور پر اس کی سہولت کے لئے ہے- اس کے بارے میں مبتلی بہ بہتر فیصلہ کر سکتا ہے- کہ کونسی صورت میں آسانی ہے اگر افطار لازمی قرار دیا جائے ممکن ہے، اس میں مسافر کو تکلیف ہو- اولاً سفر میں افطار میں کھانے پینے میں مثلاً مشکلات ہوں اور یا بعد میں قضا کرتے وقت تکلیف کا سامنا کرنا پڑے- اس لئے مناسب اور موزوں صورت کے بارے میں فیصلہ کا اختیار خود مبتلی بہ کو دیا گیا البتہ اس کے مقابلہ میں مسافر کو جہاں قصر کی اجازت دی گئی ہے- وہاں عزیمت پر عمل کر کے پوری نماز پڑھنے میں گناہ ہے- کیونکہ یہاں قصر ہی میں آسانی ہے- اور پورا کرنے کی صورت میں اضافی بوجھ اٹھانا پڑتا ہے-

ماہ رمضان کی برکتیں

قرآن مجید نے رمضان مبارک کی فضیلت کے بارے میں نزول قرآن کا حوالہ دیکر عظمت کو اور واضح کر دیا کہ رمضان کی یہ خوبی ہے- اس میں قرآن کا نزول ہوا ہے- اگر چہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن کے نزول پر تیس سال کا عرصہ جاری رہا- لیکن لوح محفوظ سے لوح سماء یعنی بیت المعمور کو دفعۃ نازل ہو کر رمضان کے مہینہ میں اترا- پھر سورۃ قدر کی رو سے یہ نزول ﴿لیلۃ القدر﴾ میں ہوا- جو بعض روایات کی رو سے رمضان کی چوبیس تاریخ تھی- بلکہ بعض روایات کی رو سے آسمانی ہدایت خواہ صحف آدم، ابراھیم یا دوسرے انبیاء کی صورت میں تھی یا توریت، زبور،

انجیل کی شکل میں تھی۔ تمام کا نزول رمضان میں ہوا۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ انوار الٰہی ہمیشہ چمکتے رہتے ہیں۔ مگر علائق بشریہ ان کو ارواح بشریہ پر ظاہر ہونے میں حجاب ہو جاتے ہیں۔ اور ان علائق بشریہ کو دور کرنے میں روزہ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں اور نزول قرآن بھی انوار الٰہی کا کامل ظہور ہے۔ اس لئے اس کے نزول کے لئے رمضان کا تعین قرار پایا۔ یہی حکمت ہے کہ حضرت موسیٰ کو توریت دیتے وقت بھی چالیس روزے رکھوائے گا بلکہ حضرت عیسیٰ کو انجیل دیتے وقت بھی اس کا اہتمام کرنا پڑا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں رہتے ہوئے روزے رکھے۔

قرآن نے رمضان کی عظمت اور افادیت ایک لطیف پیرائے میں بیان کرکے اس طرف اشارہ کیا کہ رمضان اللہ تعالی کی مہربانیوں کا مظہر، رب کائنات کی کبریائی بیان کرنے کا داعی، اور بے شمار نعمتوں کے تشکر کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس سے بشری کدورتوں کی تطہیر ہو کر انسان خالق حقیقی کے قرب کا مبارک سفر آسانی سے طے کرسکتا ہے۔

محبت

میرے لئے آپس میں محبت کرنے والے
نور کے ممبروں پر ہوں گے۔
(حدیث قدسی۔ بیہقی)

کاغذی زر کی شرعی حیثیت

تین فقہی وضاحتیں

مفتی ذاکر حسن نعمانی

پہلی وضاحت :۔ نوٹ اور کاغذی زر یعنی موجودہ کرنسی کی فقہی حیثیت کے بارے میں ہندوستان کے اکثر علماء کی ماضی قریب میں یہ رائے تھی کہ نوٹ وثیقہ یعنی قرض کی سند اور رسید ہے۔ لیکن اب قوی اور اتفاقی رائے جو سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ ہر مالیت کا نوٹ بذات خود مال اور ثمن عرفی ہے۔ اسی لئے ان نوٹوں کی رسیدیں جاری ہوتی ہیں۔ مثلاً چیک، ڈرافٹ، پرائز بانڈز اور دیگر مالی رسیدیں جن کو اعتباری زر کہتے ہیں۔

مال کی قسمیں :۔ مال یعنی آلہ مبادلہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) حقیقی اور قدرتی مال جس کو ثمن حقیقی کہتے ہیں۔

(۲) مصنوعی اور اصطلاحی مال جس کو ثمن عرفی کہتے ہیں۔

اس وقت دنیا میں ہر رائج کرنسی آلہ مبادلہ اور ثمن عرفی ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک بھی سونا چاندی کے علاوہ اگر لوگ کسی شی کے آلہ مبادلہ ہونے پر اتفاق کرلیں تو وہ ثمن عرفی بن جائے گا۔

باب فن المعاملات میں فرماتے ہیں۔

ولما كان كثير من الناس يرغب في شيى و عن شيى فلا يجد من يعامله في تلك الحالة اضطروا الى تقدمة وتهيئة واندفعوا الى الاصطلاح على جواهر معدنية تبقى زماناً طويلاً ان تكون المعاملة بها امراً مسلماً عندهم و كان الاليق من بينها الذهب والفضة لصغر حجمهما وتماثل افراد هما وعظم نفعهما في بدن الانسان

Scanned with CamScanner

ولتاتی التجمل بهما فکان نقدین بالطبع و کان غیر هما نقداً بالاصطلاح-

ترجمہ-اور جب اکثر لوگ ایسے تھے کہ ان کو ایک چیز پسند تھی اور دوسروں کو ناپسند تھی- اور ان کو ایسا شخص نہ ملتا تھا- جس سے وہ معاملہ کرتے تو کوئی چیز پیش کرنے اور تیار کرنے کے لئے مجبور ہو گئے اور انہوں نے معدنی جواہرات کو جو مدت طویلہ تک باقی رہتے ہیں- معاملات میں ثمن قرار دیا- اور یہ سب کے نزدیک مسلم امر ہو گیا- اور ان جواہرات میں سونا اور چاندی زیادہ موزوں تھے- کیونکہ ان کا حجم چھوٹا، افراد مساوی اور بدن انسان کے لئے نافع تھے- اور ان سے زینت حاصل ہوتی تھی- اس لئے یہی دونوں چیزیں قدرتی طور پر نقد قرار پائیں- اور ان کے ماسوا دوسری چیزیں اتفاق کے ساتھ مقرر کرنے سے ثمن بن سکتی ہیں- (حجۃ اللہ البالغہ ص ۴۳)

کاغذی زر کے بارے میں تیسری لیکن غلط رائے یہ ہے کہ ایک روپیہ کا نوٹ خود مال ہے اور پانچ، دس، پچاس، سو، پانچ سو اور ایک ہزار والے نوٹ ایک روپیہ والے مال کی رسیدیں ہیں- حضرت مولانا مفتی رشید احمدؒ فرماتے ہیں- ایک روپیہ کا نوٹ خود مال ہے- اس سے زکوۃ کی صحت میں کوئی اشکال نہیں البتہ ایک روپیہ سے بڑا نوٹ مال کی رسید ہے- (احسن الفتاوی جلد ص ۲۶۷)

ان کی دلیل یہ ہے کہ ایک روپیہ کے نوٹوں یا سکوں کے علاوہ بڑے نوٹوں پر یہ عبارت درج ہوتی ہے- ﴿بینک پانچ روپیہ حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا﴾- ﴿بینک سو روپیہ حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا﴾ جب کہ ایک روپیہ کے نوٹوں یا سکوں پر یہ عبارت درج نہیں ہوتی- اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام بڑے نوٹ اس ایک روپیہ والے تمام سکوں کی رسیدیں ہیں-

یہ استدلال بظاہر صحیح ہے- لیکن حقیقت میں غلط ہے- اگر اس رائے کو صحیح مان لیا جائے تو پھر ایک روپیہ اور اوپر کے بڑے نوٹوں کی مقدار برابر ہونی چاہیے- اگر ملک میں ایک روپیہ والے سکوں اور نوٹوں کی تعداد ایک کروڑ ہے- تو تمام بڑی مالیت والے چھپے ہوئے نوٹ ایک کروڑ ہونے چاہیے- کیونکہ بڑے نوٹ رسیدیں ہوں گی- اور رسیدوں میں سچ سچ لکھا جاتا ہے- لیکن عملاً ایسا نہیں ہم دیکھتے ہیں کہ اگر سکے کروڑوں کی تعداد میں ہیں- تو بڑے نوٹ اربوں کی تعداد میں ہیں-

بطلان کی دوسری دلیل :- ہر ملک لوگوں کی سہولت کی خاطر مختلف مالیت کے مختلف چھوٹے بڑے نوٹ چھاپتا ہے- ان تمام مختلف مالیت والے نوٹوں کی ایک بنیادی اکائی مقرر کرتے ہیں-- جن کو معاشیات کی اصطلاح میں حسابی زر، حسابی نوٹ اور حسابی اکائی کہتے ہیں- اس حسابی اور بنیادی اکائی کے ذریعے رقم (کرنسی) کی گنتی ہوتی ہے- چیزوں کی قیمت بتائی جاتی ہے- اشیاء و خدمات کا حساب کیا جاتا ہے- یہی بنیادی اور حسابی اکائی ایک روپیہ سے بڑے تمام نوٹوں میں موجود ہوتی ہیں- مثلاً پانچ روپیہ کے نوٹ میں پانچ حسابی زر یا بنیادی اکائیاں ہوتی ہیں- سو روپیہ کے نوٹ میں ایک سو بنیادی اور حسابی اکائیاں موجود ہوتی ہیں- اگر یہ بنیادی اکائی، حسابی زر اور حسابی نوٹ نہ ہو تو بڑے نوٹوں کی گنتی مشکل ہو جائے گی- تمام اشیاء کی خرید و فروخت ناممکن ہو جائے گی- دکاندار مبیع کی قیمت کیا اور کیسے بتائے گا- گاہک ثمن کی ادائیگی کیسے کرے گا- اس بنیادی اکائی، حسابی زر اور نوٹ کی وجہ سے دکاندار کہتا ہے کہ ﴿مبیع کی قیمت دس روپیہ ہے﴾ گاہک اگر راضی ہو تو دس روپیہ ادا کر دیتا ہے- یا کہہ دیتا ہے کہ یہ چیز مہنگی ہے- کسی چیز کا مہنگا یا سستا ہونا اس بنیادی اکائی کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے- کم یا زیادہ تنخواہیں اس حسابی زر کی وجہ سے مقرر ہوتی ہیں- مال کی کمی یا زیادتی اس حسابی زر کی وجہ سے معلوم کی جاتی ہے-

بنیادی اکائی میں تبدیلیاں :- ایک وقت تھا کہ ایک روپیہ کے لئے بنیادی اکائی ایک پیسہ تھا- روپیہ میں چونسٹھ پیسے ہوتے تھے- پھر ایک روپیہ کے لئے بنیادی اکائی ایک پائی مقرر ہوئی- ایک روپیہ میں سو پائیاں ہوتی تھیں- ایک روپیہ میں سولہ آنے ہوتے تھے- ایک آنہ، ایک روپیہ کی بنیادی اکائی تھی- مذکورہ صورتوں میں یہ کہنا صحیح نہیں تھا کہ ایک پائی، ایک پیسہ اور ایک آنہ بذات خود مال ہیں- اور ایک روپیہ چونسٹھ پیسوں، سو پائیوں اور سولہ آنے کی رسید ہے- لیکن آہستہ آہستہ قوت خرید کم ہوتی گئی- اب بنیادی اکائی ایک روپیہ بن گیا- اس تفصیل کے بعد یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ایک روپیہ کے نوٹ پر جو عبارت درج ہے- ﴿حکومت پاکستان ایک روپیہ﴾ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف ایک روپیہ مال ہے- اور بقیہ نوٹ اس کی رسیدیں ہیں- بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک روپیہ ثمن

Scanned with CamScanner

عرفی ہونے کے ساتھ ساتھ حسابی زر اور بنیادی اکائی بھی ہے- اور بقیہ نوٹ حسابی زر نہیں- بلکہ صرف ثمن عرفی اور مال ہیں- ہر ملکی کرنسی کی الگ الگ بنیادی اکائیاں ہیں- مثلاً روپیہ، درھم، دینار، ریال، ڈالر، پونڈ، فرانک اور ین وغیرہ

بنیادی اکائی کی مزید وضاحت :- کرنسی کے علاوہ دیگر امور میں بھی لوگوں کی سہولت کی خاطر بنیادی اکائیوں کا تصور موجود ہے- مثلاً وزن کے لئے گرام کا وجود- ایک گرام کے معروف وجود کی وجہ سے لوگ کلو، من اور ٹن کے حساب سے چیزیں خریدتے ہیں- ایک کلو میں ہزار گرام ہوتے ہیں- من میں چالیس کلو ہوتے ہیں- ٹن میں اٹھائیس من ہوتے ہیں- کلومیٹر کا مطلب ہے ہزار میٹر- میٹر ایک معلوم مقدار ہے- اندازہ لگانا آسان ہوتا ہے کہ کتنا فاصلہ طے کر لیا کتنا باقی ہے- اگر میٹر، گز، فٹ اور انچ کا تصور نہ ہوتا تو فاصلے ناپنا مشکل ہو جاتے- وقت کا اندازہ لگانے کے لئے سیکنڈ، منٹ اور گھنٹوں کا تصور ہے- دن رات کے لئے بنیادی اکائی گھنٹہ اور گھنٹہ کے لئے بنیادی اکائی منٹ اور منٹ کے بنیادی اکائی سیکنڈ ہے- پوری دنیا میں مختلف کاموں کے لئے نظام الاوقات کا مدار انہیں بنیادی اکائیوں پر ہے-

کرنسی کے بارے میں دوسری وضاحت :- تمام نوٹ اور کاغذی زر مثلی ہیں- قیمتی نہیں- ہر ملک کی کرنسی کی بنیادی اکائیاں ایک دوسرے کے برابر ہیں- دیون کی ادائیگیاں نوٹوں کے ذریعے ہوتی ہیں- کاغذی زر ایک دوسرے کو قرض دیے جاتے ہیں- قرض کا قانون بھی یہ ہے کہ ذوات الامثال میں ہوتا ہے- ذوات القیم مثلاً گوشت، مرغی، بکری، گائے اور سبزیاں وغیرہ کسی کو قرض نہیں دی جاتیں- صرف قرض فروخت کی جاتی ہیں- مشتری کے ذمہ ادائیگی کو دین کہتے ہیں- مذکورہ اشیاء میں قرض اس لئے صحیح نہیں کہ ان کے امثال موجود نہیں- جس کی وجہ سے دوبارہ ادائیگی مشکل ہو جاتی ہے- لہذا ذوات القیم اور قیمتی اشیاء کو نقد یا ادھار خریدنا ہوگا- سونا چاندی یا ان سے ڈھلے ہوئے سکوں کے تبادلہ میں کمی بیشی تو از روئے نص حرام اور سود ہے- اسی طرح اشیاء ستہ گندم، مکئی، نمک وغیرہ میں تبادلہ کے وقت کمی بیشی بھی حرام ہے- دیگر اشیاء میں حرمت کے لئے علت (قدر

وجنس) کا پایا جانا ضروری ہے-

کرنسی کا تبادلہ :- ایک ملک کی کرنسی کے تبادلہ کے وقت تفاضل ناجائز ہے- اس لئے کہ ہر ملک کی کرنسی کی بنیادی اکائیوں اور افراد میں تماثل موجود ہے- بعض حضرات ایک ملک کی کرنسی کی افراد، اجزاء اور بنیادی اکائیوں میں قدر وجنس تلاش کرتے وقت بہت پریشان ہو جاتے ہیں- حالانکہ ہر ملک کی کرنسی کی بنیادی اکائیوں میں اعلی درجے کا تماثل اور مساوات موجود ہے- قدر وجنس کی تلاش تماثل معلوم کرنے کے لئے ہوتی ہے- اور جس چیز میں تماثل موجود اور ظاہر ہو تو وہاں قدر اور جنس تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے- صاحب ہدایہ فرماتے ہیں- والمماثلة بين الشئين باعتبار الصورة والمعنى والمعيار يسوى الذات والجنسية تسوى المعنى فيظهر الفضل على ذلك فيتحقق الربوا -

ترجمہ- دو چیزوں کے مابین مماثلت صورت اور معنی کے اعتبار سے ہوتی ہے- اور معیار ذات میں برابری کرتا ہے اور ہم جنس ہونا معنی میں برابری کرتا ہے- پس زیادتی اس پر ظاہر ہوگی اور ربوا متحقق ہوگا -(باب الرباص ۷۸)

دو چیزوں کے مابین مماثلت صورت اور معنی کے ساتھ قائم ہوتی ہے- قدر تساوی فی المعیار کا نام ہے- یعنی صورۃ مماثلت اور جنس تشاکل فی المعانی کا نام ہے یعنی معانی کے اعتبار سے ہم شکل ہونا اس طرح قدر اور جنس کے ملنے سے جو چیز حاصل ہوتی ہے اس میں تماثل ہوگا- افراد میں تماثل معلوم کرنے کے لئے قدر اور جنس کی تلاش کرنا پڑتی ہے- اور کرنسی کے افراد اور بنیادی اکائیوں میں اعلی پیمانے پر تماثل اور مساوات موجود ہے- ہر اکائی اور فرد کی قوت خرید برابر ہے- ہر بنیادی اکائی کی طرف ہر آدمی کی حاجت اور رغبت برابر ہوتی ہے- فطرتاً ہر شخص ان بنیادی اکائیوں کے تبادلہ میں تفاضل کو برا جانتا ہے -بادل ناخواستہ مجبوراً تبادلہ میں ایک شخص تفاضل قبول کرتا ہے-

الاشباه والنظائر للسيوطى میں ہے- مالا يختلف اجزاء النوع الواحد منه بالقيمة

ترجمہ- جن میں ایک ہی نوع کے مختلف اجزاء میں قیمت کے اعتبار سے تفاوت نہ ہو- (ج ۲ ص ۲۱۹)

Scanned with CamScanner

مثلی کی یہ تعریف ہر ملک کی کرنسی نوٹوں پر صادق آتی ہے- ہر ملک کی کرنسی ایک نوع ہے- اور ہر بنیادی اکائی مثلاً روپیہ، درہم، دینار اور ڈالر وغیرہ اس کے اجزاء اور افراد ہیں- تمام اجزاء یعنی ہر بنیادی اکائی دوسری اکائی کے ساتھ قیمت کے اعتبار سے برابر ہیں- ہر اکائی کی ایک خاص قوت خرید ہوتی ہے- مثلاً ایک روپیہ کی ایک ٹافی ملتی ہے- روپیہ کے عوض ٹافی کا حصول اس کی قوت خرید ہے- گویا یہ ٹافی اس کی قیمت ہے- پانچ روپیہ کے نوٹ میں پانچ بنیادی اکائیاں ہوتی ہیں- پانچ کے نوٹ کے عوض پانچ ٹافیاں ملیں گی- جو اس کی قوت خرید ہیں- کسی نوٹ میں جتنی بنیادی اکائیاں بڑھتی جائیں اتنی ہی اس کی قوت خرید بڑھتی چلی جائے گی- دکاندار کے پاس جو بھی ایک روپیہ لے کر جائے گا اور ٹافی خریدنا چاہے تو ایک ہی ٹافی ملے گی- ایسا نہیں کہ ایک شخص کو روپیہ کے عوض دو ٹافیاں ملتی ہیں اور دوسرے کو صرف ایک- اس لئے کہ دونوں روپیوں کی قوت خرید برابر ہے- معلوم ہوا کہ کرنسی کی بنیادی اکائیوں میں قیمتاً اور قوت خرید کے لحاظ سے تماثل موجود ہے- علامہ کاسانی مثلی کے بارے میں فرماتے ہیں- **ومنها ان يكون مماله مثل كالمكيلات والموزونات والعدديات المتقاربة** (بدائع صنائع ج ۷ ص ۳۹۵)

علامہ کاسانی نے عددیات متقاربہ کو بھی مثلی کہا ہے- اور موجودہ کرنسی کا حکم فلوس نافقہ کا ہے- جس طرح فلوس نافقہ عددی ہیں اسی طرح نوٹ بھی عددی ہیں- مبسوط میں ہے- ﴿**واما مصنوع لا يختلف كالدراهم والدنانير والفلوس وكل ذلك مثلي**﴾ فلوس کو مثلی کہا ہے- اور موجودہ کرنسی بھی فلوس کے حکم میں ہے-

کرنسی کے بارے میں تیسری وضاحت:- کرنسی جب ذوات الامثال سے ہوئی تو دیون اور قرضوں کی واپسی کے وقت اس کی قوت خرید میں کمی عیب ہے- تو تلافی کی کیا صورت ہوگی- دیگر ذوات المثال گندم اور مکئی وغیرہ کی اپنی ذاتی قدر و قیمت ہوتی ہے- جب بھی واپس کی جائیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا- لیکن کرنسی کی ذاتی قدر و قیمت نہیں ہوتی بلکہ لوگوں کے اتفاق اور حکومتی منظوری سے اس کی ایک قوت خرید ہوتی ہے جو بدلتی رہتی ہے- جس کی وجہ سے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے-

ہندوستان کے بعض علماء کرام نے طویل المیعاد قرضہ جات اور دیون کی واپسی کے وقت قوت خرید کی کمی کو پورا کرنے کے لئے سونے کو معیار بنایا ہے- مثلاً کسی نے ایک لاکھ روپیہ قرضہ لیا- جس کے عوض دس تولہ سونا ملتا تھا- جب قرض واپس کرنا چاہا تو ایک لاکھ کے عوض نو تولہ سونا ملتا تھا- تو مقروض ایک لاکھ روپیہ واپس دینے کے ساتھ ایک تولہ سونا یا ایک تولہ سونے کی رقم بھی مزید دے گا- اس طرح ایک لاکھ روپے کا قرض واپس کرنے میں قوت خرید کی کمی کے عیب کے تلافی ہو جائے گی- مگر یہ حیلہ قابل غور ہے- اس لئے کہ قرضہ دیتے وقت سونے کو معیار بنایا جائے تو ثمن عرفی اور کرنسی ایک بار پھر سونے کی رسید بن جائے گی- حالانکہ کرنسی خود مال اور ثمن عرفی ہے نہ کہ رسید- جو خود مال ہو وہ دوسری چیز کے لئے رسید نہیں بن سکتا-

اسی طرح نوٹ کو رسید قرار دینے والے احکامات دوبارہ لوٹ آئیں گے- اگر سونے کو معیار بنا کر دیون و قرض معاملات شروع ہو جائیں تو ممکن ہے کہ سونے کے اعتبار سے کرنسی کے قوت خرید میں کمی آئی ہو- اور دیگر اشیاء کے اعتبار سے قوت خرید میں کمی نہ آئی ہو- تو ان اشیاء کے اعتبار سے اگر قرض کی ادائیگی میں زیادہ رقم قرض خواہ کو دی جائے تو اگر بعینہ سود نہ ہو- لیکن سود کا شبہ ضرور ہوگا- اس لئے کہ سونے کے علاوہ دیگر اشیاء کے اعتبار سے کرنسی کے قوت خرید میں کمی نہیں آئی- گویا کرنسی بغیر عیب کے واپس کر رہا ہے- جس طرح سود حرام ہے اسی طرح شبہ سود بھی حرام ہے- ایک اشکال یہ بھی ہے کہ مثلاً کسی نے مکان پانچ لاکھ کا فروخت کیا- مشتری نے کہا کہ رقم دو سال بعد ادا کروں گا- دونوں نے پانچ لاکھ کے اس دین کو سونے کے ساتھ جوڑ دیا- تو اب پتہ نہ چلے گا کہ ثمن سونا ہے یا کرنسی- دو سال بعد پتہ چلے گا کہ پانچ لاکھ کرنسی کے قوت خرید میں کتنی کمی آئی ہے- گویا ثمن مجہول ہو گیا- تو بیع فاسد ہو گئی- ایک اور اشکال بھی ہے بینک عموماً قرض کا لین دین کرتا ہے- اشیاء وغیرہ بہت کم فروخت کرتا ہے- بینک کے ساتھ قرض لین دین میں واپسی میعاد مقرر کرنا بھی صحیح نہیں- صاحب ہدایہ فرماتے ہیں- **وكل دين حال اذا اجله صاحبه صار مؤجلاً لما ذكرنا الا القرض فان تاجيله لا يصح لانه اعارة وصلة في الابتداء حتى يصح بلفظ الاعارة ولا يملكه من التبرع كالوصي والصبي ومعاوضته في الانتهاء فعلى اعتبار الابتداء**

Scanned with CamScanner

لا یلزم التاجیل فیه کما فی الاعارۃ فلا جبر فی التبرع وعلی اعتبار الانتهاء لا یصح لانه یصیر بیع الدرهم بالدرهم نسیئة وهو ربوا۔

ترجمہ۔اور ہر دین متجّل کے لئے جب صاحب دین مقرر کر دے تو مؤجل بن جاتا ہے۔سوائے قرض کے۔کیونکہ قرض کو مؤجل کرنا صحیح نہیں ہے۔اس لئے کہ یہ ابتداء اعارہ اور تبرع ہے۔حتیٰ کہ اعارہ کے لفظ کے ساتھ قرض صحیح ہو جاتا ہے۔اور جو شخص تبرع کا مالک نہیں ہوتا وہ اس کا بھی مالک نہیں کہ کسی کو قرض دے۔جیسے وصی اور صبی۔اور انتہاء معاوضہ ہے۔پس ابتداء کا اعتبار کرتے ہوئے اس میں میعاد لازم نہیں ہوتی۔جیسا کہ اعارہ میں اس لئے کہ تبرع میں جبر نہیں۔اور انتہاء کا اعتبار کرتے ہوئے معیاد مقرر کرنا صحیح نہیں۔کیونکہ یہ درھم کی بیع درھم کے عوض ادھار ہو جائے گی۔حالانکہ یہ ربوا ہے۔(باب الربوا ص ۷۶)

کیونکہ بینک کو رقم دینا بینک کو قرضہ دینا ہے۔جو احسان ہے۔اور بچہ اس کا اہل نہیں۔انتہاء کے اعتبار سے قرضہ معاوضہ ہے۔کیونکہ بعد میں قرض کا بدل اور مثل وصول کیا جاتا ہے۔قرضہ کی ابتدائی حالت کی اعتبار سے میعاد مقرر کرنا صحیح نہیں۔جیسے عاریت میں ہوتا ہے۔عاریت پر دینا احسان ہے۔اور معیاد مقرر کرنے سے عاریت دینے والے پر جبر لازم ہو جائے گا۔کیونکہ مقرر معیاد سے قبل عاریت والی شی واپس نہیں لے سکے گا۔اس لئے قرضہ میں میعاد مقرر کرنا لازم نہیں۔ورنہ قرضہ خواہ کو اپنا احسان مہنگا پڑے گا۔انتہاء کے اعتبار سے میعاد مقرر کرنا اس لئے صحیح نہیں کہ اسطرح **بیع الدرهم بالدرهم نسیئة** لازم ہو جائے گی۔اور درھم کا درھم کے عوض ادھار بیچنا ربوا ہے۔اگر چہ اس تبادلہ میں تفاضل نہ ہو۔اس طرح قرض کا مندوب معاملہ فاسد ہو جائے گا۔علامہ کاسانی فرماتے ہیں۔

والاجل لا یلزم فی القرض سواء کان مشروطاً فی العقد او متاخراً عنه بخلاف سائر الدیون ۔ترجمہ قرض میں میعاد مقرر کرنا صحیح نہیں۔خواہ معیاد عقد کے دوران مقرر کی جائے یا بعد میں بخلاف دیون کے یعنی اگر قرض سودا فروخت کیا تو ذمہ پر لازم ہونے والے ثمن کے لئے معیاد مقرر کرنا صحیح ہے۔(بدائع صنائع ج ۷ ص ۳۹۷)

اس تفصیل کے بعد بینکوں کے طویل المعیاد قرضوں پر غور کریں اگر لوگ بینکوں کے ساتھ سونے کو معیار

بنا کر کرنسی کے ادھار کا معاملہ شروع کر دیں تو ضرور میعاد مقرر کریں گے۔اور قرضوں میں میعاد مقرر کرنا مذکورہ تفصیل کے مطابق صحیح نہیں ہے۔اگر قرض خواہ قرض دیتے وقت میعاد مقرر کر دے تو میعاد سے قبل قرضہ وصول کرنا مشکل ہو جائے گا۔حالانکہ قرض خواہ کسی وقت بھی مقروض سے قرضہ واپس لے سکتا ہے۔اسلامی تجارت کے بنیادی اصول نامی کتاب میں لکھا ہے۔کرنسی نوٹ قرض دینے کی صورت میں قرض کی قیمت کے مساوی کرنسی نوٹ واپس کرنا واجب ہے۔اگر چہ واپسی کے وقت کرنسی نوٹ کی قوت خرید میں کمی آ گئی ہو۔اسی کتاب میں بحوالہ درمختار لکھا ہے۔سکے اور کرنسی کی قیمت اگر گھٹ جائے یا بڑھ جائے لیکن وہ رائج اور مستعمل ہو تو قرض کی واپسی میں اتنی ہی مقدار میں سکے اور کرنسی نوٹ دیے جائیں گے۔جتنے قرض میں لیے تھے۔قرض میں لی گئی مقدار میں قرض دینے والے کی طرف سے اضافہ کا مطالبہ جائز نہیں۔(ص ۵۰)

البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرض میں معیاد مقرر کرنا صحیح ہے۔**وقال مالک التاجیل فی القرض لازم لانه صار دیناً فی ذمته بالقبض فیصح التاجیل فیه کسائر الدیون** قرض میں تاجیل (میعاد) لازم ہے۔کیونکہ قرضہ قبضہ کے ساتھ مقروض کے ذمہ دین بن جاتا ہے۔(ہدایہ ص ۷۶ حاشیہ ۱۶) علقمہ بن یسار قرض لیا کرتے اس وعدہ پر کہ جب بیت المال سے ان کا حق ملے گا ادا کریں گے۔(موطا بحوالہ حاشیہ عطر ہدایہ ص ۱۶۵۔ بحر العلوم حضرت مولانا فتح محمد لکھنوی)

امام مالک کی رائے میں سہولت معلوم ہوتی ہے۔قرضوں میں میعاد مقرر نہ کریں تو قرض کی ادائیگی میں مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

Scanned with CamScanner

سوال: جمعہ کی نماز میں ہمارے مولوی صاحب نے قربانی کے وجوب کے بارے میں فرمایا۔ کہ جن عورتوں کے پاس ایک تولہ سونا اور پانچ دس روپے ہوں اور اس رقم کیلئے اس خاتون کے پاس کوئی ضروری مصرف نہ ہو۔ تو اس خاتون پر قربانی واجب ہے۔ کیا واقعی یہ خاتون قربانی کریگی۔ اگر معاملہ یوں ہو تو پھر ہمارے معاشرے میں اکثر خواتین کے پاس ایک آدھ تولہ موجود رہتا ہے بسا اوقات آدھ تولہ سونا فروخت کرکے اس کی قیمت سے پانچ دس روپے ملانے کے باوجود قربانی مشکل رہتی ہے اسکا کیا حل ہے؟

بینوا توجروا

تاج اللہ پشاور

الجواب و باﷲالتوفیق:

یہ مشکلات درحقیقت موجودہ معاشی نظام کا اثر ہے۔ کہ معیشت کے پہیہ کی حرکت اور رخ وہ نہ رہا جو قدیم دور میں تھا۔ گذشتہ دور میں ملکی اور بین الاقوامی تجارت میں نقدین (سونے چاندی) کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ مگر اقتصادی میدان میں ان دونوں کی قیمت سے بنیادی ضروریات متاثر ہوتی تھیں گویا گائے بیل کی قیمت اگر بڑھ جاتی تھی۔ تو سونے اور چاندی کی قیمت کے اثرات ہوتے تھے۔ اس لئے اس کا احساس بہت کم ہوتا تھا۔ کہ قربانی واجب ہونے کے باوجود قوت خرید کمزور ہو۔ گویا قوت خرید اور نصاب میں عموماً ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ ابھی اقتصادی میدان میں سونے چاندی

کے علاوہ معاشی میدان کے حوالے سے کئی دوسری چیزیں آگئیں۔ جن کی وجہ سے قوت خرید اور نصاب میں یکسانیت بہت مشکل ہوگئی۔ چنانچہ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ سونے چاندی کی قیمت میں بغیر کسی کمی وبیشی کے اشیائے ضرورت کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اور معاشرہ افراط زر کا شکار ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں بڑی باریک بینی اور نزاکت کیساتھ حالات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قربانی کے وجوب کیلئے نصاب کا مالک ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ یہ ملکیت حالی ہو یعنی یہ ضروری نہیں کہ نصاب پر سال گزرنے پر قربانی واجب ہو۔ بلکہ عید کے دن اگر ایک شخص کو نصاب میسّر ہو تو قربانی ضروری ہوگی۔ فقہاء نے قربانی کے وجوب کیلئے اس نصاب کا اعتبار دیا ہے جو غنا کا سبب ہو کر انسان زکوۃ کا مصرف نہیں رہتا۔

نصاب کے حوالے سے عموماً نقدین سونا اور چاندی پیش کیا جاتا ہے۔ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ یا ۸۷٫۴۷۹ گرام اور چاندی کا ۵۲ ۱/۲ تولہ یا ۶۱۲٫۳۵ گرام ہے۔ اسلئے اگر ایک شخص کے پاس سونا چاندی مقررہ نصاب کے حوالے سے موجود ہوں یا مروجہ سکہ اتنا موجود ہو کہ یہ چاندی کی مروجہ قیمت کے مساوی ہو۔ تو قربانی واجب رہے گی۔ لہذا اگر ایک سو بیس روپے تولہ کے حساب سے چاندی ہو تو نصاب کیلئے ۵۲ ۱/۲ x ۱۲۰ = ۶۷۰۰ چھ ہزار سات سو روپے کا مالک ہونا ضروری ہے۔ چاندی کی جگہ اگر ایک شخص کے پاس سونا ہو تو پھر سونے کے اپنے نصاب کا ہونا ضروری امر ہے۔ ایسا ہی سونا اور چاندی دونوں کی موجودگی میں اگر ایک کا نصاب پورا ہو۔ تو پھر بھی کوئی مشکل پیدا ہونے کا خطرہ نہیں۔ الا یہ کہ کہیں ایسے حالات پیدا ہوں۔ جہاں قوت خرید خارجی عوامل یا معاشی حالات کی وجہ سے اس درجہ تک متاثر ہوں کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کسی بڑے حیوان میں ۱/۷ واں حصّہ یا بکرا دنبہ قربانی کیلئے خریدنا ممکن نہ ہو۔ لیکن جہاں کہیں سونا اور چاندی دونوں نصاب سے کم ہوں۔ لیکن دونوں کی قیمت لگا کر چاندی کا نصاب پورا ہوسکتا ہو۔ تو ایسی صورت میں قربانی کے وجوب سے موجودہ معاشرے کے حوالے سے افراتفری پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں اگر قیمت کے اعتبار سے دونوں ناقص نقدین کو اعتبار دیکر چاندی کا نصاب مدنظر رکھا جائے تو پھر ایک شخص کے پاس ایک تولہ سونا کیساتھ دس بیس روپے موجود ہوں تو

دونوں کو ضم کر کے چاندی کا نصاب پورا ہوسکتا ہے لہذا پھر ہر اس عورت پر قربانی واجب ہوتی ہے۔ جس کے پاس ایک تولہ سونا اور دس روپے پاکستانی ہوں۔ کیونکہ دونوں کو ملا کر اس سے ۵۲ ۱/۲ چاندی خریدی جاسکتی ہے- اس سے یہ مشکلات پیدا ہونگے کہ پچانوے فیصد عورتوں کے پاس کم از ایک تولہ سونا ہوتا ہے اور عموماً اسکے جیب میں دس بیس روپے بھی ہوتے ہیں حالانکہ معاشرے کی خواتین نیک اور دیندار ہونے کے باوجود ایسی صورت میں قربانی کیلئے تیار نہیں ہوتی ہیں اور نہ انکی اتنی قوت خرید ہے کہ وہ قربانی خرید سکیں ہاں معتد بہ قوت خرید کی صورت میں ہر مشکلات دور ہوسکتی ہیں۔

فقہ حنفی کی رو سے یہ مشکلات اس وقت پیش ہوتی ہیں- جب امام ابوحنیفہؒ کے ظاہر الروایہ قول کا اعتبار ہو کہ نقدین کے ناقص نصاب ہونے کی صورت میں ضم میں قیمت کا اعتبار ہو جیسا کہ فقہ کی عام کتابیں اس کے بارے میں ناطق ہیں لیکن اس مسئلہ میں اگر صاحبینؒ کی رائے کو اعتبار دیا جائے کہ نقدین کے ناقص نصاب ہونے کی صورت میں ضم قیمت کے بجائے اجزاء کے حوالے سے ہو- تو پھر اس سے مشکلات پر کافی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے- کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کا بھی ایک قول ہے علامہ کاسانی فرماتے ہیں- ثم اختلف اصحابنافی کیفیۃالضم فقال ابو حنیفۃؒ یضم احدھما الی الاخر باعتبار القیمۃ و قال ابویوسفؒ و محمدؒ یضم باعتبار الاجزاء وھو روایۃعن ابی حنیفۃ ایضاً ذکرہ فی نوادرھشام.(بدائع الصنائع ج ۲/ ۱۹)

ترجمہ: پھر ہمارے اکابرین کا ضم کی کیفیت میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں ایک کے ساتھ دوسرے کا ضم قیمت کے اعتبار سے ہوگا جبکہ ابویوسفؒ اور محمدؒ اجزاء کے اعتبار سے ضم کے قائل ہیں اور یہ ایک روایت ابوحنیفہؒ سے بھی ہے۔

قیمت اور اجزاء کے ضم کا مقصد یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس پونے چار تولہ سونا ہو تو قیمت کے اعتبار سے ضم کرنے کی صورت میں اگر ایک سو روپے ہو تو پھر قربانی واجب رہے گی کیونکہ دونوں کو ملا کر ۵۲ ۱/۲ تولہ چاندی کا نصاب بنتا ہے- لیکن اجزاء کے اعتبار سے ایک سو بیس روپے فی تولہ کے حساب سے ۵۲ ۱/۲ ×۱۲۰=۶۷۰۰ کم از کم ۳۳۵ روپے چاندی کے نصاب کا نصف ہے- دو انصاف ملکر کم از کم چاندی کا نصاب پورا ہوسکتا ہے- اس لحاظ سے ایک ایک تولہ اور دس بیس روپے

ہونے کی صورت میں قربانی واجب نہیں رہتی۔

متون نے امام ابوحنیفہؒ کا قول ذکر کر کے مفتی بہ قرار دیا ہے لیکن حالات کے تغیر کی وجہ سے صاحبین کے قول پر فتویٰ دینے کی گنجائش بھی پائی جاتی ہے چنانچہ مزارعت میں معاشرتی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مقابلے میں صاحبین کے مذہب پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ جبکہ یہاں پر اجزاء کے اعتبار سے ضم کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کا قول بھی موجود ہے۔

اس حوالہ سے امام ابوحنیفہؒ کے قول کو لیکر قیمت کے اعتبا سے ضم میں احتیاط ہے- جبکہ صاحبین کی رائے میں وسعت پائی جاتی ہے۔

ھم نشینی

دولت مندوں کی ہم نشینی زہر ہے- اوران کے تر لقمے دل کو سیاہ کرنے والے ہیں-

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

Scanned with CamScanner

سونامی...... کیوں اور کیسے؟

سرور منیر راؤ

ایشیائی ممالک میں 26 دسمبر کو آنے والے زلزلے اور سونامی لہروں کی وجہ سے اب تک تین لاکھ سے زائد افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ سمندری علوم کے ماہرین اس آفت کی وجہ سمندر کی تہہ میں آنے والے زلزلے کو قرار دے رہے ہیں۔ جبکہ اہل فکر، اہل نظر اور روحانی علوم کے ماہرین اس کو قہر خداوندی قرار دیتے ہیں۔ انکا کہنا ہے کہ دنیا اب ایسے مقام پر پہنچ چکی ہے کہ اگر توبہ اور استغفار نہ کی گئی تو بہت جلد مزید تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

سونامی کے بارے میں سائنسی توجیہہ پیش کرنے والوں کے پاس تو ابلاغ کے ایسے ذرائع (GLOBALVILLAGE) موجود ہیں۔ جن سے وہ اپنی تحقیق کو فوری طور پر دنیا بھر میں پہنچا دیتے ہیں لیکن روحانی علوم جاننے والوں کی اکثریت ابلاغ کے مؤثر ذرائع تک پوری رسائی نہیں رکھتی اسلئے انکے نقطہ نظر اور تعلیمات کی تشہیر نئی نسل میں آسانی سے نہیں ہو رہی۔ مواصلاتی بعد (CREDIBILITY GAP) کی بناء پر اخلاقی معاملات کی اہمیت اور ان پر عمل نہ کرنے کے اثرات کا جائزہ ضروری ہے۔

سونامی TUSNAMI جاپانی زبان کا لفظ ہے TUS کا مطلب بندرگاہ اور NAMI کا مطلب سمندر ہے۔ اس اعتبار سے سونامی ایک ایسے پانی کو کہتے ہیں جو سمندر اور بندرگاہ کی تمیز مٹا دیتا ہے۔ یہ غیر معمولی سمندری لہر اگر پوری قوت کیساتھ ساحل تک پہنچ جائے تو سینکڑوں میل تک خشکی پر موجود ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ سونامی لہر 100 کلومیٹر سے لیکر 1000 کلومیٹر کی رفتار سے سفر کر سکتی ہے۔

26 دسمبر کو انڈونیشیا کے جزیرے نما سماٹرا کے قریب آنے والے اس زلزلے کی شدت ریکٹر سکیل پر آٹھ اعشاریہ نو بتائی جاتی ہے۔ سونامی کا آغاز اس وقت ہوا جب انڈونیشیا کے جزیرے

سماٹرا کے ساحل کے قریب تقریباً دس کلومیٹر کی گہرائی میں سمندر کی تہہ میں انتہائی طاقت ور زلزلہ آیا زلزلے کی شدت سے سمندر کی تہہ میں ایک ہزار میل طویل شگاف پڑ گیا۔ ایک اندازے کے مطابق اس زلزلے سے زمین کا قطر بھی متاثر ہوا ہے لیکن ابھی تک اس کی تفصیلات موصول نہیں ہو سکیں۔ 1964 کے بعد آنے والے زلزلوں میں سب سے طاقتور زلزلہ قرار دیا گیا ہے۔

سمندری ماہرین کے مطابق اس زلزلے سے سماٹرا کے قریب سمندر کی تہہ میں جہاں آسٹریلین اور یوریشین پلیٹ ملتی ہے۔ وہ یک لخت ٹوٹ گئی۔ جس سے آسٹریلین پلیٹ زمین میں دھنس گئی اور یوریشین پلیٹ اوپر اٹھ گئی۔ اس عمل کے نتیجے میں تباہ کن لہروں کا رخ ایشیائی ممالک کیطرف ہو گیا۔ سونامی لہر 15 منٹ بعد سماٹرا کے ساحل پر پہنچ گئی۔ یہ لہر ڈیڑھ گھنٹے کے بعد تھائی لینڈ پہنچی ساڑھے تین گھنٹے بعد مالدیپ اور پھر بھارت سے ہوتی ہوئی سات گھنٹے بعد چار ہزار پانچ سو کلومیٹر کا سفر طے کر کے صومالیہ پہنچ گئی۔ ایک اندازے کے مطابق سونامی لہر نے اوسطاً آٹھ سو کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کیا۔ لہر کی اونچائی مختلف جگہوں پر چار فٹ سے 50 تک تھی۔ اس لہر کے راستے میں آنے والے ماہی گیروں، کشتیوں اور بحری جہازوں کو پہنچنے والے نقصان کا تو ابھی اندازہ نہیں لگایا جا سکا لیکن جن اموات کا تخمینہ لگایا گیا ہے وہ ان ساحلی بستیوں اور شہروں کی ہیں، جہاں زندگی معمول کے مطابق جاری تھی۔

اس زلزلے سے سمندر میں جو لہریں اٹھیں۔ وہ چھ ہزار کلومیٹر تک چاروں طرف مار کر گئیں۔ سونامی لہر کی راہ میں آنے والے اکثر شہر، بستیاں اور آبادیاں خس وخشاک کی طرح پانی میں بہہ گئیں۔ دس ممالک اور درجنوں جزائر بری طرح متاثر ہوئے۔ ایک اندازے کے مطابق اگر یہ زلزلہ خشکی کے کسی آباد حصہ میں آتا۔ تو کم از کم دس لاکھ لوگ مارے جاتے۔

سونامی سے شدید متاثر ہونے والے ممالک میں انڈونیشیا، سری لنکا، بھارت، تھائی لینڈ، مالدیپ، میانمر (برما) اور ایک حد تک بنگلہ دیش شامل ہیں۔ ان ممالک کی کوسٹ لائن بیس ہزار کلومیٹر سے زیادہ تباہ ہو چکی ہے یہاں کی کوسٹل ہائی وے اور ساحلی پٹی کو اب از سر نو تعمیر کرنا ہوگا۔

انڈونیشیا کے مغربی جزیرے سماٹرا میں زلزلے کے پہلے ہی جھٹکے کے دوران اکثر عمارتیں زمین بوس

ہو گئیں۔اس کے بعد دس میٹر بلند سمندری طوفانی لہروں نے شمالی سماٹرا اور آچے صوبوں میں تباہی مچادی۔سمندر کے کنارے آباد بہت سی بستیاں نابود ہو گئیں، آچے صوبے کا یہ شہر ایک بڑے کچرے کے ڈھیر میں تبدیل ہوگیا۔ہر طرف انسانی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔

سری لنکا کی مشرقی ساحلی پٹی کا بڑا حصہ سونامی کی بلند موجوں کی نذر ہوگیا۔جافنا کے علاوہ بٹی کولوا، ستور اور ٹرنکولی مالی کے ساحلوں سے چھ میٹر بلند طوفانی لہریں ٹکرائیں۔ بھارت کا تقریباً دو ہزار کلومیٹر طویل حصہ جنوبی ساحل طوفانی موجوں سے تباہ ہوگیا-سب سے زیادہ تامل ناڈو کا صوبہ متاثر ہوا ہے۔اس کے علاوہ اندھرا پردیش، کیرالہ اور پانڈی چیری کے علاقے بھی تباہی کی زد میں رہے۔ اطلاعات کے مطابق سونامی سے مالدیپ کے دارالحکومت مالے کا دوتہائی حصہ زیر آب آ گیا۔نشیبی جزائر ڈوب گئے-اور ملک کے دوسو جزائر کا رابطہ منقطع ہوگیا۔مالدیپ کے دارالحکومت مالے کو ایک مصنوعی بند کے ذریعہ محفوظ بنایا گیا ہے۔یہ بند بھی شہر بچانے میں ناکام ثابت ہوا۔(یاد رہے کہ مالدیپ کے جزائر سطح سمندر سے نیچے واقع ہیں) ملائیشیا کے علاقے میں شمالی جزیرہ پیانگ کا ساحلی علاقہ سونامی سے متاثر ہوا ہے۔تھائی لینڈ میں تباہی کی منظر کشی کرتے ہوئے ایک سیاح نے جو سونامی کی تباہی سے محفوظ رہا بتایا کہ میرے ہوٹل کے دروازے کو جیسے کوئی دھڑ دھڑ پیٹ رہا تھا۔کچھ ہی لمحوں کے بعد اچانک خود بخود کھل گیا-اور دوسرے ہی لمحے پانی کے ایک زبردست ریلے نے ہمیں بستر سے دور پھینک دیا- پھر یہ پانی کھڑکی کے راستے دوسری طرف جانے لگا۔ہم تیزی سے ہوٹل کی چھت پر پہنچ گئے لیکن کچھ ہی دیر میں پانی اتنا بڑھ گیا کہ ہم ڈوبنے لگے۔ بڑی مشکل سے ایک درخت کی شاخ پکڑ کر ہم نے اپنی جان بچائی۔یہ سارا تفریحی مرکز پانی میں غائب ہو چکا تھا۔اس علاقے میں سینکڑوں غیر ملکی سیاحوں کی ہلاکتوں کی خبریں ملی ہیں۔جس کی اکثریت غوطہ خوری یا غسل آفتابی کے لئے باہر موجود تھی۔ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ کے کئی سو سیاح بھی کرسمس منانے یہاں آئے تھے۔وہ بھی اس جزیرے میں ہلاک ہوگئے۔تھائی لینڈ کے جزیرے پھوکیٹ پر تفریح کے لئے آئے ہوئے سیاحوں میں ایک دس سالہ بچّی نے اپنی علمی ذہانت کی بناء پر دوسو سیاحوں کی جان بچانے میں مثالی مدد کی۔ یہ بچّی اس جزیرے کے تفریحی ساحل پر نہانے کی تیاری کر رہی تھی- کہ اس نے دیکھا کہ

اچانک ساحل سے پانی دور چلا گیا-اور بہت سی مچھلیاں زمین پر تڑپ رہی ہیں اور کچھ فاصلے پر سمندر میں کشتیاں الٹنے لگیں-وہ بھاگ کر والدین کے پاس آئی اور کہا کہ ''سونامی'' آ رہا ہے والدین نے کہا کہ تم یہ کیسے کہہ رہی ہو-اس نے کہا کہ میں نے انٹرنیٹ پر سونامی کے حوالے سے جو کچھ پڑھا ہے اس کی علامات میں نے ساحل پر دیکھی ہیں-یہ سنتے ہی انھوں نے ہوٹل کی کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھا تو واقعی ایسی ہی صورتحال تھی۔ یہ لوگ بھاگ کر ہوٹل کی انتظامیہ کے پاس گئے اور صورتحال سے آگاہ کیا اس وقت اس ہوٹل میں دوسو مہمان مقیم تھے۔یہ لوگ بھاگ کر ہوٹل کی چھت پر چڑھ گئے۔تھوڑی ہی دیر بعد سونامی نے ساری زندگی الٹ کر رکھدی۔ان دوسو لوگوں کی جان ایک بچّی کی تعلیمی شعور کی وجہ سے بچی۔

ترقی یافتہ ملکوں نے سونامی کے خطرات سے پیشگی آگاہ کرنے کا نظام قائم کیا ہوا ہے اور لوگوں کو اس بارے میں شعوری تعلیم بھی دی جاتی ہے-لیکن بحیرۂ ہند، خلیج فارس کے سمندر میں جہاں اسلامی ممالک کی کثیر آبادی رہتی ہے، میں سونامی کی اطلاع کا کوئی نظام یا طریقہ کار موجود نہیں ہے۔

ہمارے خطے میں اب تک اس حوالے سے نہ تو حکومتی سطح پر اور نہ ہی علمی اعتبار سے کوئی شعور پیدا کیا گیا-تصور تو کیجئے اگر خدانخواستہ کراچی، جدہ، کویت اور نہر سویز کو سونامی کا سامنا ہو تو صورتحال کس قدر خوفناک ہوگی۔ہم تو ہر مصیبت یا مشکل کو بقول اقبالؒ

برق تو گرتی ہے بچارے مسلمانوں پر

کہہ کر چپ ہو جاتے ہیں۔لیکن حقیقت احوال یہ ہے کہ ہم نہ تو سائنسی اور تکنیکی ترقی کی جانب بڑھ رہے ہیں اور نہ علمی اور تحقیقی مواد سے شعور حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں-اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ برق تو گرتی ہے-ان پڑھ مسلمانوں پر......(بشکریہ نوائے وقت)

Scanned with CamScanner

دین صحیح اور علم صحیح کا امتزاج - مگر کیسے؟

مولانا محمد فاروق غالب

عصر رواں میں دنیا بالکل دو حصوں میں منقسم ہے - ایک طرف مسلم ہے دوسری طرف کافر ایک طاقتور ہے - دوسری طرف کمزور - ایک طرف ظالم ہے - دوسری طرف مظلوم - مجموعی حیثیت سے عالم اسلام کمزور اور مظلوم و مقہور ہے - روحانی اور جسمانی طور پر مسلمانوں کا زدوکوب جاری ہے - اگر ایک طرف دنیائے کفر نے امریکی قیادت میں مسلمان ملکوں کے جغرافیائی سرحدوں کے اندر ظلم و جور کا بازار گرم کیا ہے - اور آبادیوں کو جدید بمبار طیاروں کے ذریعے کھنڈرات بنایا جا رہا ہے - معزز شہریوں کو بے عزت کیا جا رہا ہے - عورتوں کی عصمت دری کی جا رہی ہے - تو دوسری طرف ملت کفریہ نے اسلام اور مسلمانوں کے نظریاتی سرحدوں پر بھی حملے شروع کئے ہیں - مسلمانوں کو دہشت گرد، انتہا پسند اور رجعت پسند کے نام سے دنیا میں متعارف کرایا جا رہا ہے - امریکی فوج کے ڈپٹی انڈر سیکرٹری آف ڈیفنس لیفٹیننٹ جنرل ولیم بوائیکن کی ہرزہ سرائی تو ریکارڈ پر ہے کہ ﴿مسلم انتہا پسندوں کے خلاف ہماری جنگ دراصل شیطان کے خلاف جنگ ہے، یہ لوگ امریکہ کو تباہ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ یہ عیسائیوں کا ملک ہے﴾

ایک ایسے وقت میں جب عالم اسلام کے نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں پر عالم کفر کے حملے جاری ہیں - امت مسلمہ کے لئے کیا اقدامات ناگزیر ہیں؟ عالم اسلام کا آئندہ لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے؟ آخر وہ کونسا راستہ ہوگا جس پر چل کر مسلمان اپنی کھویا ہوا وقار ایک بار پھر حاصل کر سکتے ہیں؟ امت کے دانشور اور زعماء اس سوال کے جواب میں کچھ بھی کہیں اور لکھیں - حضرت سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں کہ اس وقت عالم اسلام کے سامنے صرف دو راستے ہیں -

پہلا راستہ :- مغرب سے متاثر اور مسحور ہو کر پورے مغربی فلسفہ زندگی، اس کے تصور کائنات، اس کے عمرانی و اجتماعی نظریات اس کے اخلاقی نقطہ نظر اور اس کے مسلک زندگی کو جوں کا توں قبول کر

لیا جائے اور

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

کا مظاہرہ کیا جائے - اپنی ہستی کو اس کے سانچہ میں یکسر ڈھال دینے کی کوشش کی جائے - اس حقیقت سے قطع نظر کہ یہ ایک مکمل اور ہمہ گیر ارتداد اور روحانی و ذہنی خودکشی کے مترادف ہوگا - انسانیت کے ساتھ غداری ہوگی - یہ ایک ایسی غیر ضروری محنت اور سعی لاحاصل ہے - جس کا نتیجہ طویل خون ریز ذہنی کشمکش، روحانی بے چینی، انسانی طاقتوں، اضاعت وقت اور صلاحیتوں کے ضیاع کے سوا کچھ نہیں - یہ ایک ایسی بنی بنائی مستحکم عمارت کی تخریب ہے - جس کے ملبہ پر دوسری عمارت تعمیر کرنے کے لئے نہ مواد خام موجود ہے نہ تعمیری صلاحیتیں - نہ آب و ہوا اور ماحول سے مناسبت نہ ماضی سے ارتباط - عالم اسلام کے جن جن گوشوں میں اور جن اسلامی ممالک میں یہ کوشش کی گئی ناکام رہی - اور ﴿نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم﴾ کا مصداق تھا - اور جب بھی اس غیر طبعی اور مصنوعی اقتدار کی گرفت ڈھیلی ہوئی اور عوام کو اپنی پسند اور ناپسند کا موقع ملا - انہوں نے فوراً مسترد کرتے ہوئے اس جھول کو اتار پھینکا - جو نہ ان کے جسم پر قطع ہوئی اور نہ ان کے مزاج کے مطابق تھی - یہی مشاہدہ ترکی وغیرہ میں ہوا ہے -

دوسرا راستہ :- مغرب سے علم و صنعت، ٹیکنالوجی اور سائنس اور وہ علوم جن کا تعلق تجربہ، حقائق و واقعات اور انسانی محنت و کاوش سے ہے - فراخدلی کے ساتھ درآمد کیا جائے - پھر مذکورہ علوم کو مطلوبہ مقاصد کے لئے اپنی خداداد ذہانت اور اجتہاد کے ساتھ ان اعلیٰ مقاصد کا تابع و خادم بنایا جائے - جو آخری نبوت اور آخری صحیفہ نے ان کو عطا کیے - وسائل اور مقاصد کا یہ حسین اور خوشگوار امتزاج جس سے سردست مغرب بھی محروم ہے اور مشرق بھی - اس لئے کہ مغرب تنہا قاہر وسائل کا سرمایہ دار ہے - اور صالح مقاصد میں محض تہی دامن - اور مشرق (اسلامی ممالک) صالح مقاصد کا واحد اجارہ دار ہے - اور مؤثر وسائل سے یکسر محروم ہے - مغرب سب کچھ کر سکتا ہے - لیکن کرنا نہیں چاہتا بلکہ میں ایک قدم آگے جانا چاہتا ہوں کہ کرنا چاہتا ہے لیکن کرنا نہیں جانتا -

Scanned with CamScanner

اسلامی مشرق کرنا سب کچھ چاہتا ہے لیکن کر کچھ نہیں سکتا۔ یہ صحت مند و صالح امتزاج دنیا کی قسمت بدل سکتا ہے۔ اور اس کو خودکشی و خودسوزی کے راستہ سے ہٹا کر فلاح دارین اور سعادت ابدی کے راستہ پر ڈال سکتا ہے۔ اس کو جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر علم وحکمت کی ضیا پاشیوں سے منور کر سکتا ہے۔ اس کو ظلمات جہل سے چھٹکارا دلا کر انوار علم سے بہرہ ور کر سکتا ہے۔ اس کو پسماندگی سے نجات دلا کر ترقی کی اسٹیج پر لا سکتا ہے۔ یہ غم و فساد جیسے بھیانک ماحول سے نجات دہندہ ثابت ہوگا۔ امن و آشتی کا علمبردار ہوگا۔ یہ (امتزاج) ایسا کارنامہ ہوگا۔ جس کو اوراق تاریخ پر سنہری حروف سے بکھیرا جائے گا۔ جو تاریخ کے دھارے اور دنیا کی قسمت کو بدل کر رکھ دے گا۔

کرے کون؟

یہ کارنامہ امت انجام دے سکتی ہے۔ جو آخری پیغمبر کے جانشین اور اس کی تعلیمات کا حامل و امین ہو۔ اس بناء پر عالم اسلام کا حقیقی نعرہ جس سے دشت وجبل گونجنے چاہئیں۔ یہ ہے کہ

عالم ہمہ ویرانہ زچنگیزی افرنگ
معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز

ہمیں اس جہان تازہ کی تعمیر کے لئے تازہ افکار چاہیے کیونکہ

جہان تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ وخشت سے جہان نو نہیں بنتا

کیا کس نے؟

مشرق کے ایک باہمت ملک جاپان نے اس اقدام کا نہایت محدود اور اسلامی نقطہ ... انتہائی پست معیار کا تجربہ کیا۔ ایسا تجربہ کہ اصل وفرع، ناقل ومنقول اور استاد وشاگرد میں فرق ... دشوار ہوگیا۔ بایں ہمہ انہوں نے اپنے معتقدات اور اپنے تہذیبی خصائص وروایات جاری ... کے مذہبی معتقدات نہ زمانہ حال سے کوئی مطابقت رکھتی ہے۔ نہ ان ...

اسلامی ممالک کا معاملہ اس سے الگ اور یکسر مختلف ہے۔ مسلمانوں کے پاس ایسا دین، ایسی شریعت اور ایسا قانون وضابطہ حیات ہے۔ کہ جس کے لئے جدید وقدیم کی اصطلاح بے معنی ہے۔ جس کی تعلیمات میں جس طرح پہلی صدی کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت موجود تھی۔ ٹھیک اسی طرح یہ اکیسویں صدی کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنی کی بھی سکت رکھتا ہے۔ جس طرح شاعر رقمطراز ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک رکھی
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دو گے

اسلامی تہذیب ایسی تہذیب ہے جس کی اساس حقائق ابدی پر ہے۔ یہ ایک سدا بہار درخت ہے۔ جو ہر وقت نمو کی طاقت اور برگ وبار لانے کی صلاحیت سے مالا مال ہوتی ہے۔ یہ ایک بحر رواں ہے۔ جس سے ہر کوئی اپنے آپ کو سیراب کر سکتا ہے۔ بنابریں مسلم ممالک کے لئے جدید علم وصنعت اور اپنے ابدی، آفاقی حقائق وعقائد کے درمیان اتحاد وامتزاج پیدا کرنے میں قطعاً کوئی زحمت پیش نہیں آسکتی۔ اور اس کے نتائج وثمرات اس سے کہیں زیادہ انقلاب انگیز نکل سکتے ہیں۔ جتنے کہ جاپان کے اس تجربہ سے برآمد ہوئے۔

دین صحیح اور علم صحیح میں تضاد نہیں!

روایت پرست ملک میں یہ کوشش شیشہ وآہن اور پنبہ وآتش کی باہم آمیزی کی کوشش کے مترادف ہے۔ لیکن ایک مسلمان کے نزدیک اس میں کوئی تضاد وتناقض نہیں ہے۔ اس کے نزدیک دین صحیح اور علم صحیح کا ٹکراؤ ممکن نہیں۔ کیونکہ حکمت مومن کا گمشدہ مال ہے اور وہی اس کا حقیقی مالک ہے۔ ایک مسلمان کے نزدیک وسائل کے مفید ومضر ہونے کا فیصلہ اس پر منحصر ہے۔ کہ وہ کن مقاصد کے تحت استعمال ہوتے ہیں۔ اس کے نزدیک ہر تحقیق، ہر علم اور ہر طاقت اس کے لئے ہے کہ وہ خدا کے دین کے لئے استعمال ہو اور خدائی قانون کے مطابق استعمال ہو جبکہ مخلوق کا فائدہ بھی مدنظر ہو۔ اس (مسلمان) کا فرض ہے کہ وہ اس کو غلط محل سے نکال کر صحیح محل میں استعمال کرے اور اس کو تخریب کی بجائے تعمیر اور ہلاکت وضلالت کے بجائے امن ونجات کا ذریعہ بنائے۔ لیکن اس کارنامہ کے

Scanned with CamScanner

لئے وہ ایمان وخلوص اور ذہانت وفطانت درکار ہے- جو ہر تقلیدی رجحان، ہر چلے ہوئے نعرے اور فیشن اور ہر شخصی وجماعتی مفاد کا مقابلہ کر سکے- مغرب کی تہذیب کو پورے طور پر گھن لگ چکی ہے- وہ اب اپنی محض صلاحیت اور زندگی کے استحقاق کی بناء پر نہیں جی رہی ہے بلکہ اس لئے ابھی تک زندہ ہے کہ بدقسمتی سے کوئی دوسری تہذیب اس کی جگہ لینے کے لئے تیار نہیں- اس وقت ماسوائے اسلامی تہذیب جتنی تہذیبیں ہیں- یا تو مغربی تہذیب کی لکیر کی فقیر اور اس کی ایک روکھی پھیکی تصویر ہیں- یا اتنی کمزور- دل برداشتہ اور شکست خوردہ ہیں کہ اس سے آنکھیں نہیں ملا سکتی- اب اگر عالم اسلامی مجموعی طور پر اس خلا کو پر کرنے کا تہیہ کریں- جو مغربی تہذیب کے خاتمہ سے عالم انسانی میں پیدا ہوگا- تو اس کو دنیا کی امامت وقیادت کا منصب دوبارہ تفویض کیا جا سکتا ہے- جو سنت اللہ کے مطابق ایک جری، قوی اور تازہ دم قیادت کو سپرد کیا جاتا رہا ہے-

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

سب سے بڑا خلا!

عالم اسلام کا سب سے بڑا خلا دو حاضر میں قائدانہ صلاحیتوں اور حوصلہ مند انسانوں کا فقدان ہے- جو مغربی تہذیب کا جرات، اعتماد اور یقین کے ساتھ مقابلہ کرے اور اس جدید تہذیب کے مختلف سانچوں، مختلف مکاتب فکر اور مروجہ راستوں کے درمیان ایک نیا راستہ پیدا کرے- انتھک محنت اور سر توڑ کوشش کر کے ایسا راستہ ایجاد کرے جس میں وہ تقلید، غلو، نقل اور انتہا پسندی سے بالاتر نظر آئے- ظاہری اشکال اور سطحی نقطہ نظر سے بلند ہو- حقائق اور وسائل کی طرف متوجہ ہو- اس کی (جدید تہذیب) رنگینیوں سے دھوکا نہ کھائے اور اس کی ظاہری خول میں نہ الجھے-

مرد کامل-یا-میر کاروان!

مندرجہ بالا کام کے لئے ایسے مرد کامل کی ضرورت ہے جو اپنے ملک اور اپنی قوم کے لئے ایک ایسی نئی شاہراہ کھولے جس میں ایک طرف وہ امان ہو جو محض علم نبوت کا فیض ہے- وہ دین جو

رب ذوالجلال نے پیغمبر پاک کے ذریعے اس امت کو عطا کیا- دوسری طرف وہ علم ہو جو کسی خاص ملک، قوم یا زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں- وہ دین سے نیک خواہشات اور جذبات اخذ کرے- جو انسانیت کی خدمت اور تہذیب جدید کی تشکیل وتعمیر کیلئے سب سے بڑی دولت ہے وہ صحیح اور صالح مقاصد حاصل کرے جو صرف آسمانی مذہب اور صحیح دینی تربیت سے حاصل ہو سکتے ہیں- اس کے ساتھ ساتھ وہ مغرب کے پیدا کردہ وہ وسائل اور آلات حاصل کرے جو مغرب کو طویل علمی سفر اور مسلسل جدوجہد کے بعد حاصل ہوئے ہیں- لیکن ایمان اور نیک مقاصد کی فقدان کی وجہ سے ان سے صحیح فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا- بلکہ اس کو انسانیت کشی اور تہذیب دشمنی یا بہت حقیر مقاصد کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے- وہ حوصلہ مند انسان جو مغربی تہذیب اور اس کے تمام نظریات، انکشافات، اور قوتوں کے ساتھ خام مال کا سا معاملہ کرے اور اس سے ایک نئی اور طاقتور تہذیب کی عمارت تعمیر کرے- ایک ایسی عمارت جو ایک طرف ایمان، اخلاص، تقوی، رحمدلی، اخلاق اور انصاف پر قائم ہو- تو دوسری طرف اس میں اس کی مخصوص ذہانت، قوت ایجاد اور جدت فکر جلوہ گر ہو یا بالفاظ دیگر جس میں ایک طرف اسلام کی زریں اصولوں کی پاسداری ہو تو دوسری طرف حدیدیت کے تمام تقاضوں کو دامن گیر ہو- وہ مغربی تہذیب کو اس نظر سے نہ دیکھے- کہ وہ تکمیل وترقی کے آخری مراحل طے کر چکا ہے- اور اس پر مہر قبولیت لگ چکی ہے- اور اب اس میں کسی ترمیم واضافہ کی گنجائش نہیں ہے اور اس کو جوں کا توں بمعہ جملہ عیوب قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے- بلکہ وہ اس کے جز جز پر نظر ڈالے اس سے قطع برید کرے- جس چیز کو چاہے رد کرے اور جس کو چاہے اختیار کرے اور پھر اس سے زندگی کا ایسا ڈھانچہ تیار کرے جو اس کے مقاصد، اس کے عقیدہ اور اس کے اصول واخلاق کے ساتھ ہم آہنگ ہو- اسلام نے اس کو زندگی کا جو ضابطہ دیا ہے- اس پر مبنی ہو اور بطور انعام ونتیجہ حیات طیبہ وجود میں آئے-

وہ عالی دماغ جو مغرب سے ان علوم کا استحصال کرے جو اس کے قوم وملک کے لئے ضروری ہیں جن کے اندر افادیت کی کوئی جھلک موجود ہو- اور جس پر مغرب ومشرق کی چھاپ نہیں- وہ محض عملی اور تجرباتی علوم کہے جا سکتے ہیں- قرون مظلمہ اور دور بغاوت میں ان علوم ونظریات پر جو گرد چڑھ چکی

Scanned with CamScanner

تھی۔ اس کو وہ جھاڑ دے۔ اور اس طرح ان کو صاف کرے جس طرح کیچڑ کے اندر سے کوئی ہیرا
آبدار موتی حاصل کیا جاتا ہے۔ وہ علوم مفیدہ کو الحاد، مذہب، بیزاری اور ان غلط نظریات سے پاک
کر کے حاصل کرے جو زبردستی ان کے ساتھ لگا دیے گئے ہیں۔ وہ مغرب سے جن علوم و نظریات کا
اخذ کرے۔ ان میں ایمانی روح پھونک دے۔ اور ان کو دین کے گہرے رنگ میں غوطہ دے کر اپنا
لے۔ ان سے عظیم اور انقلاب انگیز نتائج پیدا کرے جو انسانیت کے لئے زیادہ مفید اور بہتر ہوں اور
ان نتائج سے کہیں زیادہ قیمتی ہوں جہاں اس کے مغربی استاد پہنچے تھے۔ اور جس کے آگے ان کے فکر
تخیل کی رسائی نہیں۔ وہ شخص مغرب کو اپنا امام اور خود کو اس کا مقلد و شاگرد تسلیم نہ کرتا ہو۔ بلکہ یہ سمجھے
وہ اس کا رفیق سفر اور معاصر ہے۔ جو مخصوص حالات اور بعض مادی علوم میں بازی لے گیا ہے۔ وہ ا
کے تجربوں سے سبق لے۔ لیکن اس میں نبوت کی عطا کردہ روشنی کا اضافہ کرے۔ اور یہ سمجھے کہ ا
مغرب سے کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے تو مغرب کو بھی اس سے بہت کچھ حاصل کرنا ہے بلکہ مغرب
اخذ کردہ شے سے کہیں افضل اور بہتر مغرب کو دے سکتا ہے لیکن۔

قدر زر زرگر شناسد قدر جوہر جوہری

یہ مرد کامل کوشش کرے کہ اپنی ذہانت سے مشرق و مغرب اور روحانی و مادی قوتوں کا
حسین امتزاج کی بدولت ایک ایسی شاہراہ اور ایک ایسا مسلک زندگی ایجاد کرے جس کا احترام
تقلید کرنے پر مغرب بھی مجبور ہو اور مشرق بھی۔ جس کی افادیت پر اپنے بھی متفق اور پرائے بھی قائل
یقیناً یہ تہذیبی دبستانوں میں ایک ایسے دبستان کا اضافہ ہوگا جو دنیا کے عظیم ترین مفکرین کو دعوت فکر
عظیم ترین اقوام کو دعوت عمل دے گا۔

خون انقلاب اور حصول مقاصد یا بے خون انقلاب اور دفع مفاسد

شاھد اللہ جان:

انسانی تاریخ کا یہ المیہ آرہا ہے کہ دنیا کے ہر خطے اور ہر دور میں بعض انسانوں کی ذاتی تجربات کو تمام ملک کے باشندوں پر لاگو کرنے کی تاریک کوششیں کی گئی ہیں۔ جسکے نتیجے میں خون کی انتی خوفناک ہولیاں کھیلیں گئیں کہ جسکو سن کر آدمی کے رونگھٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

ماضی کی تاریخ گواہ ہے۔ کہ صرف چند سو افراد کی مسرت اور خوشی کی خاطر ہزاروں اور لاکھوں موت کے بھینٹ چڑھے۔ ہنستے بستے گھرانے ویران ہوئے۔ بستیوں کی بستیاں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔

کیا شہر کیا دیہات ہر جگہ موت کی دیوی رقص کرتی نظر آئی۔ لاکھوں لوگ دنیا سے مٹ گئے۔ لاکھوں بے گھر ہو کر ذلت اور خواری کی زندگی بسر کرنے لگے اور ہزاروں بدقسمت انسان ہمیشہ کیلئے معذوری میں مبتلا ہو کر معاشرہ پر بوجھ بن گئے۔ اقتصادی، معاشی اور معاشرتی تنظیم دھری کی دھری رہ گئی۔ قحط اور بیماریوں نے بسیرا ڈالا۔ اور جہاں کہیں یہ کھیل کھیلا گیا۔ وہ خطہ اور ممالک دسیوں سال پیچھے چلا گیا۔ دراصل انسانی دنیا کی بدقسمتی یہ ہے کہ ہر دور میں دنیا کے اکثر ممالک مخلص قیادت سے محروم رہے ہیں بداخلاق اور بدنیت قیادت جسکی وجہ سے انانیت کی بنیاد پر بڑے بڑے انقلابات رونما ہوئے اور نتیجہ یہ رہا کہ کروڑوں انسان دنیا سے فنا ہوگئے۔

روس کے پروفیسر "ایمسلیانو" نے 1960ء کے جنیوا کانفرنس میں مندوبین سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

۱۔ 1820ء سے 1860ء تک کے درمیان 92 جنگوں میں آٹھ لاکھ 800000 آدمی ہلاک ہوئے۔

۲۔ 1860ء سے 1900ء تک کے درمیان 106 جنگوں میں چھیالیس لاکھ 4600000 آدمی قتل ہوئے۔

Scanned with CamScanner

۳۔ 1900ء سے 1950ء تک کے درمیان 117 جنگوں میں چار کروڑ پچیس لاکھ 42500000 آدمی موت کی نذر ہوئے۔

۴۔ صرف دوسری جنگ عظیم میں جو زیادہ سے زیادہ مسائل پر تصرف حاصل کرنے کی خاطر لڑی گئی ڈھائی کروڑ انسان لقمہ اجل بن گئے۔

۵۔ پیر 16 اگست 1945ء کی صبح کو جاپانی شہر ہیروشیما پر 20000 بیس ہزار ٹن دھماکہ والی قوت کا جو ایٹم بم گرا اس سے 80000 اسی ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔ 15000 انسانوں کا پتہ نہ چل سکا۔ 50000 آدمی سخت زخمی ہوئے۔ اور تابکاری کے اثرات تاحنوز باقی ہیں۔

۶۔ 1960ء اور 1973ء کے درمیان ویت نام کے اندر لڑی جانے والی جنگ میں طرفین کے تیس لاکھ سے زائد افراد کام آئے۔

۷۔ ایک اندازے کیمطابق دوسری جنگ عظیم کے بعد مختلف لڑائیوں میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد ساٹھ لاکھ سے زیادہ ہے۔

ذرا چشم تصور سے ایک بچے کی پیدائش سے لیکر کڑیل جوان ہونے تک کے منازل کو ذہن میں رکھئے۔ اور پھر اس عظیم نقصان کا اندازہ لگائیے افسوس یہ سلسلہ نہ صرف جاری ہے بلکہ اس میں روز بروز شدت آرہی ہے۔

پہلی جنگ عظیم: پہلی جنگ عظیم 1914ء اور 1918ء کے درمیان لڑی گئی۔ جس میں جرمنی مع بعض ممالک اور برطانیہ و فرانس مع اپنے اتحادیوں کے مدمقابل رہے۔ یہ جنگ تقریباً ۴ سال پر محیط رہی۔ اس جنگ میں طرفین سے تقریباً 73 لاکھ انسان مارے گئے۔ اخبار ہمدم اشاعت ۸ اپریل 1919ء نے جنگ عظیم اوّل کے مقتولین کی تعداد نقل کی ہے۔

روس 17 لاکھ، جرمنی 16 لاکھ، فرانس 13 لاکھ 70 ہزار، اٹلی 4 لاکھ ساٹھ ہزار، آسٹریا 8 لاکھ، برطانیہ 7 لاکھ، بلغاریہ ایک لاکھ، ترکی 2 لاکھ 50 ہزار، بلجیم ایک لاکھ دو ہزار، رومانیہ ایک لاکھ، سرویا مانٹی نیگرو ایک لاکھ، امریکہ پچاس ہزار۔ کل 73 لاکھ 38 ہزار۔ زخمیوں، اسیروں اور گم شدہ

کی تعداد اسمیں شامل نہیں۔

جنگ عظیم اوّل کا مقصد: جنگ عظیم اوّل کا مقصد بہت ہی عجیب ہے۔ برطانیہ کا مقصد اس جنگ سے اتنا ہی تھا کہ یورپ یا ایشیائی ممالک میں جتنی چھوٹی سلطنتیں برطانیہ کی باجگزار ہیں وہ دوسروں کی دست برد سے محفوظ رہیں۔ اب ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ اتنے سے مقصد کیلئے 73 لاکھ افراد کا خون بہایا گیا۔ کتنے ہزار بچے یتیم ہوئے۔ کتنی عورتیں بیوہ ہوئیں۔ کتنی ماؤں کے جگر کے گوشے قتل ہوئے اور اتنی عظیم اور خوفناک جنگ سے کیا انقلاب آیا۔ دونوں طرف کی قیادت اپنی انانیت اور خود پسندی پر اڑی رہی جبکہ لوگوں کی دنیا اجڑی چلی گئی۔ افق کئی سالوں تک مظلوموں کے خون سے سرخ رہا اور جنگ عظیم کی قیادت خوفناک ہتھیاروں کی تیاری میں مگن رہی تاکہ آنے والی جنگ دوم میں مقتولین کی فہرست میں اضافہ ہو۔

جنگ عظیم دوم: موقع ملتے ہی جرمنی اپنی خفت مٹانے کیلئے میدان میں نکل آیا۔ ابتداً اٹلی جنگ سے باز رہا لیکن صبر کا پیمانہ لبریز ہوتے ہی وہ بھی کود پڑا۔ روس اپنی دوغلی پالیسی پر قائم رہا۔ ملکوں کے سربراہ پرامن عمارتوں اور محفوظ مقامات میں بیٹھ کر جنگی ہدایات دیتے رہے۔ جبکہ ایک عالم بہتے ہوئے خون میں ڈوبا رہا۔ کارخانے، فیکٹریاں، صنعتی علاقے اور لہلہاتی فصلیں لمحوں میں جل کر راکھ ہوگئیں اور یوں دنیا کا 1/3 حصہ تاریکی میں چلا گیا۔

جنگ عظیم دوم کا مقصد: جنگ عظیم کا سب سے بڑا مقصد "وسائل پر تصرف" حاصل کرنا تھا۔ اتنے سے مقصد کیلئے خوفناک جنگ ہوئی۔ جس ملک اور جس قوم کے باشندوں میں نفس پرستی۔ بے حیائی اور تعصب پروان چڑھی ہو۔ ان سے یہی توقعات رکھی جاسکتی ہیں۔ یورپی معاشرہ انہی اخلاق اور اطوار کا پیکر ہے۔ لیکن کچھ بھی ہو تاریخ نے یہ سب کچھ محفوظ کیا اور اسکی سیاہی اتنی پھیلی کہ اس نے پورے یورپی معاشرے کو اپنی سیاہی میں جکڑ لیا۔

روس کا اشتراکی انقلاب: مارکس آف لیفن اشتراکی نظریہ کے موجد ہیں۔ یہ لوگ اشترا ک

Scanned with CamScanner

۳۔ 1900 سے 1950 ء تک کے درمیان 117 جنگوں میں چار کروڑ پچیس لاکھ 42500000 آدمی موت کی نذر ہوئے۔

۴۔ صرف دوسری جنگ عظیم میں جو زیادہ سے زیادہ مسائل پر تصرف حاصل کرنے کی خاطر لڑی گئی ڈھائی کروڑ انسان لقمہ اجل بن گئے۔

۵۔ پیر 16 اگست 1945ء کی صبح کو جاپانی شہر ہیروشیما پر 20000 بیس ہزار ٹن دھماکہ والی قوت کا جو ایٹم بم گرا اس سے 80000 اسی ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔ 15000 انسانوں کا پتہ نہ چل سکا۔ 50000 آدمی سخت زخمی ہوئے۔ اور تابکاری کے اثرات تاحنوز باقی ہیں۔

۶۔ 1960ء اور 1973ء کے درمیان ویت نام کے اندر لڑی جانے والی جنگ میں طرفین کے تیس لاکھ سے زائد افراد کام آئے۔

۷۔ ایک اندازے کیمطابق دوسری جنگ عظیم کے بعد مختلف لڑائیوں میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد ساٹھ لاکھ سے زیادہ ہے۔

ذرا چشم تصور سے ایک بچے کی پیدائش سے لیکر کڑیل جوان ہونے تک کے منازل کو ذہن میں رکھئے۔ اور پھر اس عظیم نقصان کا اندازہ لگائیے افسوس یہ سلسلہ نہ صرف جاری ہے بلکہ اس روز بروز شدت آ رہی ہے۔

پہلی جنگ عظیم: پہلی جنگ عظیم 1914ء اور 1918ء کے درمیان لڑی گئی۔ جس میں جرمنی مع بعض ممالک اور برطانیہ وفرانس مع اپنے اتحادیوں کے مدمقابل رہے۔ یہ جنگ تقریباً ۴ سال پر محیط رہی۔ اس جنگ میں طرفین سے تقریباً 73 لاکھ انسان مارے گئے۔ اخبار ہمدم اشاعت اپریل 1919ء نے جنگ عظیم اوّل کے مقتولین کی تعداد نقل کی ہے۔

روس 17 لاکھ، جرمنی 16 لاکھ، فرانس 13 لاکھ 70 ہزار، اٹلی 4 لاکھ ساٹھ ہزار، آسٹریا 8 لاکھ، برطانیہ 7 لاکھ، بلغاریہ ایک لاکھ، ترکی 2 لاکھ 50 ہزار، بلجیم ایک لاکھ دو ہزار، رومانیہ ایک لاکھ، سرویا مانٹی نیگرو ایک لاکھ، امریکہ پچاس ہزار۔ کل 73 لاکھ 38 ہزار۔ زخمیوں، اسیروں اور گم شدہ

کی تعداد اسمیں شامل نہیں۔

جنگ عظیم اوّل کا مقصد: جنگ عظیم اوّل کا مقصد بہت ہی عجیب ہے۔ برطانیہ کا مقصد اس جنگ سے اتنا ہی تھا کہ یورپ یا ایشیائی ممالک میں جتنی چھوٹی سلطنتیں برطانیہ کی باجگزار ہیں وہ دوسروں کی دست برد سے محفوظ رہیں۔ اب ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ اتنے سے مقصد کیلئے 73 لاکھ افراد کا خون بہایا گیا۔ کتنے ہزار بچے یتیم ہوئے۔ کتنی عورتیں بیوہ ہوئیں۔ کتنی ماؤں کے جگر کے گوشے قتل ہوئے اور اتنی عظیم اور خوفناک جنگ سے کیا انقلاب آیا۔ دونوں طرف کی قیادت اپنی انانیت اور خود پسندی پر اڑی رہی جبکہ لوگوں کی دنیا اجڑی چلی گئی۔ افق کئی سالوں تک مظلوموں کے خوں سے سرخ رہا اور جنگ عظیم کی قیادت خوفناک ہتھیاروں کی تیاری میں مگن رہی تا کہ آنے والی جنگ دوم میں مقتولین کی فہرست میں اضافہ ہو۔

جنگ عظیم دوم: موقع ملتے ہی جرمنی اپنی خفت مٹانے کیلئے میدان میں نکل آیا۔ ابتداً اٹلی جنگ سے باز رہا لیکن صبر کا پیمانہ لبریز ہوتے ہی وہ بھی کود پڑا۔ روس اپنی دوغلی پالیسی پر قائم رہا۔ ملکوں کے سربراہ پرامن عمارتوں اور محفوظ مقامات میں بیٹھ کر جنگی ہدایات دیتے رہے۔ جبکہ ایک عالم بہتے ہوئے خون میں ڈوبا رہا۔ کارخانے، فیکٹریاں، صنعتی علاقے اور لہلہاتی فصلیں لمحوں میں جل کر راکھ ہوگئیں اور یوں دنیا کا 1/3 حصہ تاریکی میں چلا گیا۔

جنگ عظیم دوم کا مقصد: جنگ عظیم کا سب سے بڑا مقصد "وسائل پر تصرف" حاصل کرنا تھا۔ اتنے سے مقصد کیلئے خوفناک جنگ ہوئی۔ جس ملک اور جس قوم کے باشندوں میں نفس پرستی۔ بے حیائی اور تعصب پروان چڑھی ہو۔ ان سے یہی توقعات رکھی جاسکتی ہیں۔ یورپی معاشرہ انہی اخلاق اور اطوار کا پیکر ہے۔ لیکن کچھ بھی ہو تاریخ نے یہ سب کچھ محفوظ کیا اور اسکی سیاہی اتنی پھیلی کہ اس نے پورے یورپی معاشرے کو اپنی سیاہی میں جکڑ لیا۔

روس کا اشترا کی انقلاب: مارکس آف لیفن اشتری کی نظریہ کے موجد ہیں۔ یہ لوگ اشترا ک

Scanned with CamScanner

نظریے کے ذریعے دنیامیں انقلاب برپا کرنا چاہتے تھے۔حالانکہ یہ نظریہ خود بھی صرف نصف دنیا کی انسانیت کے مسئلے کا حل پیش کرنے کا مدعی تھا۔لیکن انقلاب کہاں آتا خودروس تاریک کنوئیں میں گرگیا اسکی معیشت جوکبھی ۱۰۰فیصد ترقی پر تھی تباہ ہوکررہ گئی۔اس انقلاب کے نتیجے میں سوا کروڑ انسانوں کوقتل وغارت اور برفانی قید خانوں کے ذریعے قتل کیا گیا۔

فرانسیسی انقلاب:فرانسیسی انقلاب کا مقصد مملوکیت سے جمہوریت کی طرف منتقل ہوناتھا۔اس انقلاب کی خاطر لاکھوں انسان موت کی بھینٹ چڑھے۔فردافردا جب لوگوں کوقتل کرناممکن نہ رہا تو گلوٹیں ایجاد کی گئیں۔جو بیک وقت بیسیوں انسانوں کے سروں کوناریلوں کی طرح اڑادیتی تھی۔حصول جمہوریت کی اس مشن کوفرانس کے کوچوں اور چوراہوں میں نصب کیا گیا تاکہ آنے والی جمہوریت کیلئے جو بعد میں صرف لفظوں کی بازیگری ہی بن کررہ گئی۔اندازاً چھیاسٹھ لاکھ انسانوں کومارا گیا۔یہ توصرف مقتولین کی فہرست تھی۔جومفادات اور مقاصد اور انقلابات کے بھینٹ چڑھے۔

علاوہ ازیں اکیلی سلطنت اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کوقتل کیا۔جن میں بتیس ہزار آدمی زندگی آگ میں جلا گئے تھے۔وائے ناکامی کہ خون کے دریا بہادیئے گئےلیکن انقلاب کی بوآئی نہ مقاصد کاحصول ہوا۔

انقلاب اسلام:ان انقلابات اور مفادات کے بل مقابل ایک انقلاب مکہ میں بھی آیاجہاں گمراہیوں کا دور دورہ تھا۔لڑکیاں زندہ درگور ہوتی تھیں۔معمولی باتوں پر ۱۲۰سال تک جنگیں ہوتی تھیں جس میں نسلیں تباہ ہوجاتیں۔غرض عرب معاشرہ پوری طرح گمراہی کی سیاہ راتوں میں مقیدتھا۔کہ طلوع سحر کی مانند ایک چمکتا ہواسورج افق پرنمودار ہوااور اسکی شعاعیں چاروں انگ عالم میں پھیل گئیں یہ انقلاب تاریک راتوں میں صبح کی روشنی،ضلالت اور گمراہی کے سیاہ اندھیروں میں نور کی کرن اور قتل وغارت اور ڈاکہ وغضب میں امن آشتی کا پیغام لے آیا۔اس انقلاب کے نتیجے میں صرف 1018افراد طرفین سے کام آئے۔لیکن چشم تصور سے غور کیجئے کہ 199 شہداء اور 819 کفار کے قتل سے جوعالمی انقلاب آیا۔دنیا اسکی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے آج مستشرقین اور یورپی

مؤرخ صرف اتنی سی بات پراتنے آدمیوں کے قتل پر معترض ہیں۔بقول مناظر احسن گیلانی ''افسوس صد افسوس! کہ برکندہ بارآنکھوں سے بداندیشوں کوصرف وہ خون نظرآیا۔جہاں سے انسانیت کی لاش میں زندگی کانیا خون دوڑایا گیا۔اف اگر وہ خون بہانا چاہتا تو پھر ہزاروں کے خون کوصرف ایک کے خون سے کیوں بچاتا۔قطرہ بہا کر سمندر کوکیوں باندھا۔

یہی یہودی جنکا خون ہرزمانہ اور ہرملک میں تقریباً ہرصدی میں ارزاں رہا ہے جب خون کے مستحق ہوچکے تھے۔ان ہزاروں کے خون کوصرف ''کعب بن اشرف اور رافع بن حقیق''صرف دو آدمیوں کے خون سے کیوں محفوظ کیا گیا۔بہت بڑا خیروہ شر ہے۔جس کے ذریعے سے کسی عظیم وجلیل شرکاسد باب ہوتا ہو۔مشرکین اور یورپی مؤرخین ذرااپنی گریبانوں میں جھانکیں۔جنگوں کوچھوڑ کر عام عیسائی عدالتوں کی متعصبانہ فیصلوں سے کتنے لاکھ افراد قتل ہوئے۔چند سوافراد کے قتل پرنوحہ گری کرنے والے ذرا انصاف کی عینک لگا کر دیکھیں اوراس تحریر کو باربار پڑھیں تاکہ انکی عقل ٹھکانے رہے۔اور چھلنی کیطرح کوزے سے نہ کہیں کہ تم میں دوسوراخ ہیں۔جان ڈیون نے اپنی کتاب''آپالوجی آف محمدؐ اینڈ قرآن''میں مذھبی عدالت کے احکام سے ہلاکت نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے۔یہ وہ ہلاکتیں ہیں۔جوعیسائیوں کے ہاتھوں کی ہوئیں۔چوربھی کہے چور چور۔

معترضین اپنی آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ حضور اکرم ﷺ نے تاریخ انسانیت کی ۲۳ سالہ قلیل ترین مدت میں جوعظیم الشان انقلاب برپا کیا۔وہ اپنی نوعیت،کیفیت جدوجہد [illegible] کے اعتبار سے اتنا حیران کن ہے۔کہ اسکی نظیر تاریخ عالم میں کہیں موجود نہیں ایک ایک [illegible] جدوجہد کے نتیجے میں پرانا اور بدکردار انسان یکسر ایک نئے پابند اخلاق انسان کا روپ دھارلے۔قدیم رسموں اور مصیبتوں کامارا ہوااور اخلاقی خرابیوں میں ملوث انسانی معاشرہ سارے بوجھ اتار کر سیدھا سادہ خدا پرست شریف اور پابند اخلاق معاشرہ بن جائے۔جس میں خداترسی،ہمدردی،اخوت،مساوات مسئولیت،آخرت کی جوابدہی،،نیکی اور خیرخواہی کی قدریں اجاگر ہوجائیں۔ظالم اور جابر حکام کے بجائے خداترس اور نیک حکام کا ٹھنڈا سایہ انسانوں کومیسر آجائے اور جانبدارانہ،متعصبانہ اور سنگدلانہ قوانین کے بجائے مساوات انسانی پرمبنی غیر جانبدارانہ،خداترسانہ اور ہمدردانہ قوانین

انسانوں میں رائج ہو جائیں۔ تو اسکو حقیقی طور پر انقلاب کہا جا سکتا ہے۔

پھر جب یہ بھی معلوم ہو کہ یہ کام صرف ۲۳ سالہ مختصر مدت میں ہوا تو انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ مزید جب یہ بھی معلوم ہو کہ یہ سب کچھ انتہائی پر امن طور پر بغیر خون خرابہ کے ہوا اور 27 غزوات اور 54 سرایہ میں صرف 1018 انسان دوطرفہ کام آئے تو حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ اس ساری تاریخ پر نظر ڈالنے کے بعد بے ساختہ سلیم الفطرت اور منصف مزاج انسان پکار اٹھتا ہے کہ انسانی تاریخ میں اگر کوئی انقلاب آیا تو یہی ہے۔ باقی جو کچھ ہوا وہ ساری کشمکش اقتدار اور خون خرابہ کی داستان ہے۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

دن

اے ابن آدم! تو دو دنوں کا مجموعہ ہے۔
ایک دن گزر جائے تو یوں سمجھ،
تیرا ایک حصہ گزر گیا۔
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

امریکہ......ایک ناکام ریاست

قاضی مصطفیٰ کامل

امریکی قوم کم وبیش سوا دوسو سال قبل (1776) میں ایک باقاعدہ تحریری آئین پر متفق ہوئی تھی اور اس کا نام یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ (یو ایس اے) رکھا گیا۔ چنانچہ گذشتہ دو صدیوں کے طویل سفر کے دوران آئین کی روح پر بتدریج عمل کرتے ہوئے اور آگے بڑھتے ہوئے بنیادی انسانی حقوق، شہری آزادیوں، قانون کی عملداری اور انصاف سب کیلئے جیسی مملکت کی بنیادی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے حوالے سے امریکہ نے دنیا بھر میں ایک بلند ترین اور پرکشش مقام حاصل کر لیا تھا۔ متذکرہ صفات کے حوالے سے اسے دنیا میں ایک مثالی اور خوشحال معاشرہ قرار دیا جاتا تھا۔ لیکن گذشتہ ربع صدی سے امریکہ کے حکمرانوں نے جو سیاسی اور جنگی پالیسیاں اختیار کیں انکے نتیجے میں امریکہ آج اکیسویں صدی میں ایک ناکام ریاست کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ آج کے امریکہ میں بنیادی انسانی حقوق تباہ ہو چکے ہیں۔ مذہبی تفریق کی بنیاد پر عیسائی اور یہودی اول درجے کے شہری ہیں جبکہ باقی مذاہب کے پیروکار بالخصوص مسلمانوں اور عربوں کے ساتھ دوسرے اور تیسرے درجے کا شہری سلوک ہو رہا ہے۔ انکے کوئی بنیادی انسانی حقوق نہیں۔ شہری آزادی نام کی کسی چیز کے وہ مستحق نہیں رہے۔ حکومت جس کو چاہے شک کی بنیاد پر مقدمہ چلائے بغیر پکڑ لیتی ہے۔ اور تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ انکے لئے انصاف کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ انکو تحفظ دینے والا قانون طاق پر رکھ دیا گیا ہے۔ افغانستان، عراق اور دیگر مقامات سے دہشت گردی میں ملوث ہونے کے شبہ میں گرفتار کر کے جن مسلمانوں کو گوانتاناموبے کے عقوبت خانوں میں بند کیا گیا (انمیں بعض امریکی اور برطانوی شہریت رکھنے والے مسلمان بھی تھے) انکو جانوروں جیسے حقوق بھی نہ دئے گئے انکو ننگا کر کے ذلیل کیا گیا اور وحشیانہ طریقے سے تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور ہر قسم کے قانونی تحفظ سے محروم رکھا گیا۔ سیاسی اور اخلاقی گراوٹ کی اس اتھاہ گہرائی میں امریکہ کیوں اور کیسے پہنچا؟ اس سوال کا جواب ایک وسیع سیاسی اور سازشی پس منظر میں موجود ہے۔ 1980 کا عشرہ شروع ہونے سے پہلے دنیا دو قطبین

(یادو کیمپوں میں) منقسم ایک سوویت یونین کا کیمپ اور دوسرا امریکی یا مغربی (امریکہ + یورپ) کیمپ سمجھا جاتا تھا۔لیکن اس دوران عالمی یہودی سازش کے زیر اثر سوویت یونین کو افغانستان کے اندر پھنسا دیا گیا اور سوویت یونین مسلسل دس برس تک افغانستان میں جنگ لڑتا رہا۔امریکہ نے اس موقع پر دنیا بھر سے مسلمانوں کی جہادی قوتوں کو متوجہ کیا بلکہ تیار کیا کہ وہ خدا کی منکر طاقت سوویت یونین کے خلاف جہاد کیلئے افغانستان پہنچیں چنانچہ اسامہ بن لادن کے گروپ نے بھی جہاد میں حصہ لینے کیلئے اپنی مجاہدین کو افغانستان بھیجنا شروع کیا۔ان سب مجاہدین کیلئے امریکہ نے سی آئی اے کے ذریعے ہتھیار اور مالی امداد کی فراہمی کا بندوبست کیا کیونکہ امریکہ ہر صورت میں روس کو افغانستان میں رسوا کر کے اور شکست دلا کر اپنی ویت نام کی شکست کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔چنانچہ دس برس جاری رہنے والی افغان جنگ کے دوران مجاہدین کو سی آئی اے کے ذریعے جدید ترین امریکی اسلحہ، جاسوسی اور کمیونیکیشن کے آلات اور ڈالر کثرت سے ملتے رہے۔جسے وہ سوویت یونین کے خلاف کامیابی سے استعمال کرتے رہے۔

افغانستان کے عوام اور بیرونی مجاہدین نے نہایت جرات اور استقامت سے دنیا کی دوسری سپر پاور کا دس برس مقابلہ کیا کم وبیش دس لاکھ افغان شہری اور مجاہدین اسمیں شہید ہوئے لیکن ان قربانیوں نے سوویت یونین کو شکست قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔اقتصادی طور پر دیوالیہ ہونے کے باعث سوویت یونین ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گئی۔وسط ایشیا کی ریاستیں روسی تسلط سے آزاد ہو گئیں اور دوسری بڑی طاقت محض مملکت روس بن کر رہ گئی۔امریکہ اور یورپ روس کی زبوں حالی سے خوفزدہ ہو گئے اور انہیں یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اگر روسی حکومت بھی اقتصادی بدحالی کے باعث مزید مکمل تباہی کی طرف لڑھکتی چلی گئی تو علاقے کی تیل اور گیس کی دولت سے مالا مال نو آزاد روسی ریاستیں افغانستان کے فاتح جہادیوں کے ساتھ مل کر روس پر قابو نہ پالیں اور دوسری جانب یہ خوف بھی پیدا ہوا کہ کہیں روس عوامی جمہوریہ چین کے زیر سایہ پناہ حاصل کرنے کا فیصلہ نہ کر لے۔ان تمام خدشات کے پیش نظر امریکہ اور یورپ نے فوری طور پر اربوں ڈالر کی اقتصادی امداد روس کو مہیا کرنی شروع کر دی۔گندم اور روس کے مویشیوں کیلئے چارہ بھی امریکہ نے فراہم کرنا شروع کر دیا۔

شکست خوردہ روس کو مکمل مٹ جانے سے بچانے کیلئے تو امریکہ نے نہایت برق رفتاری سے اس کی ہر طرح مدد شروع کر دی مگر دوسری جانب اپنے اتحادی افغانستان کے عوام کو بھوک، تباہی اور پھر خانہ جنگی کی آگ میں جلنے کیلئے چھوڑ دیا۔(یہ امریکہ کی اخلاقی گراوٹ کے انتہا تھی) امریکہ اور اسرائیل کی خواہش یہ تھی کہ افغانستان کی خانہ جنگی میں اضافہ ہو اس کے ہمسایہ ممالک اپنے اپنے مفادات کیلئے کود پڑیں اور خانہ جنگی کی آگ اس پورے مسلم اکثریتی خطے کو اپنی لپیٹ میں لے لے تو پھر امریکہ بندر کے انصاف والا ترازو لے کر اس علاقے میں آ کر بیٹھ جائے اور افغانستان کو تین یا چار حصوں میں تقسیم کر کے علاقے کو غیر مستحکم کرنے کے بیج بودے۔لیکن خوش قسمتی سے امریکہ کی خواہش پوری نہ ہوسکی۔مگر پھر افغانستان میں طالبان کا ایک نیا عنصر میدان میں آیا اور اس گروپ نے ڈیڑھ دو برس کی قلیل مدت میں افغانستان کے 90 فیصد سے زیادہ علاقوں پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔مجاہدین کے اکثر گروپوں نے بھی طالبان حکومت کے سربراہ ملا عمر کی حمایت میں کردار ادا کیا اس دوران پاکستان کی حکومت اور عوام کی بھی طالبان حکومت کو اخلاقی حمایت حاصل رہی اور پاکستان کی متعدد غیر سرکاری فلاحی تنظیموں اور مخیر حضرات نے افغانستان کے استحکام اور تعمیر نو کیلئے طالبان حکومت کی مالی (اور خوراک کی صورت میں بھی) امداد کا سلسلہ شروع کر دیا۔اس طرح جب خانہ جنگی کی دلدل سے نکل کر افغانستان تعمیر اور استحکام کا سفر شروع کر رہا تھا امریکہ نے طالبان حکومت کے خلاف بنیاد پرستی کا واویلا شروع کر دیا۔امریکہ اور یورپ کے سارے الیکٹرانک میڈیا نے افغانستان کے خلاف میڈیا وار شروع کر دی۔

مغرب کا وہی میڈیا جو سوویت یونین کے خلاف جنگ کے دوران مجاہدین کا اور افغان عوام کی بہادری کی داستانیں بیان اور نشر کرتا رہا اب مغرب کے اسی میڈیا نے ان کو پہلے بنیاد پرست اور پھر دہشت گرد قرار دینا شروع کر دیا۔کابل کے چڑیا گھر کے لاغر اور بیمار شیر کے ڈاکومنٹری نشر کی گئی۔پتھر کے مجسمے توڑنے پر طالبان حکومت کو گردن زدنی قرار دیا جانے لگا۔اسی میڈیا وار کو آگے بڑھاتے ہوئے امریکہ نے اپنی ایجنسیوں (سی آئی اے وغیرہ) کے ذریعے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو تباہ کرانے کی سازش تیار کی۔افغان جنگ کے دوران سی آئی اے القاعدہ گروپ کے جن ارکان کے ساتھ

Scanned with CamScanner

رابطے تھے جن کو امریکہ اسلحہ اور ڈالر مہیا کرتا رہا۔ اور اپنی سٹیلائٹ سے حاصل کردہ سوویت یونین کی فوجی نقل وحرکت اور دیگر جنگی نوعیت کی معلومات فراہم کرتا تھا انہی اپنے ایجنٹوں کے ذریعے امریکہ نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر تباہ کرلیا۔ وقفے وقفے سے دو طیارے ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرائے اور تیسرا طیارہ پچاس منٹ بعد پینٹا گون (امریکہ کے دفاعی ہیڈ وارٹر) پر جا گرا لیکن امریکہ کا دفاعی نظام حرکت میں نہ آ۔ کیا امریکہ کا دفاعی نظام اتنا ناقص اور ناکارہ ہے کہ اپنے دفاعی ہیڈ کوارٹر پر بھی ٹکرانے والے طیارے کو فضا میں تباہ نہ کرسکا۔ امریکی مصنف نے اپنی تصنیف "وائی امریکہ سلیپٹ" Why America Slept) میں بتایا کہ بعض خفیہ ایجنسیوں نے 18 اپریل 2001 تا 8 اگست 2001 کے درمیان متعدد بار حکومت کو خبردار کیا کہ امریکہ پر دہشت گردی کا بڑا حملہ کرنے کی سازش تیار ہوچکی ہے لیکن امریکی حکومت اور بالخصوص سی آئی اے نے ایسی معلومات کو نظر انداز (کیونکہ بظاہر سی آئی اے تو خود اس میں ملوث تھا) اس دوران بعض دیگر ذرائع سے ملنے والی اطلاعات کو بھی اہمیت نہ دی گئی اور امریکی دفاعی نظام کو بھی ریڈ الرٹ نہ کیا گیا بلکہ سویا رہنے دیا گیا۔ جب (11 ستمبر 2001ء کو) حملہ ہوگیا تو اس کے فوراً بعد چند گھنٹوں کے اندر اندر امریکی میڈیا (سی این این وغیرہ) اور اے ایف پی نے ان سب دہشت گردوں کے ناموں کی فہرست جاری کردی۔ جنہوں نے ان کے بقول ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون پر حملے کئے یعنی ایسے معلوم ہوتا ہے ان ناموں کی فہرستیں پہلے ہی تیار تھیں۔ اسی دوران مریکی سی آئی اے اور اسرائیلی موساد کی سازس ہونے کا ایک اور ٹھوس ثبوت یہ سامنے آ گیا تھا کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے قریب کی ایک عمارت پر پانچ اسرائیلی یہودی حملے سے پہلے اپنے کیمرے لیکر پہنچ چکے تھے۔ تاکہ وہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر والے طیاروں کے حملوں کی فلم بنا سکیں۔

بشکریہ نوائے وقت

باقی آ

اخبار الجامعہ

ابورضوان

پہلاہ جائزہ:-

جامعہ کے طلباء میں علمی رسوخ کی خاطر ماہانہ تعلیمی جائزہ کا نظام جاری ہے-حسب سابق تعلیمی سال نمبر 13 کا پہلا جائزہ مکمل ہوا-اور اس کا نتیجہ بھی نکالا گیا-مجموعی لحاظ سے شعبہ بنین اور بنات کے طلبہ وطالبات اچھے نمبروں سے پاس ہوئے-اس نتیجے کے فوراً بعد مجلس تعلیمی کی میٹنگ ہوئی--جس میں نتائج مقدار خواندگی کی تکمیل پر تبصرہ ہوا-

تعطیلات عیدالاضحیٰ:-

میٹنگ میں عیدالاضحیٰ کی تعطیلات کے بارے میں بھی مشورہ ہوا-چنانچہ 12 دن چھٹی دینے کا فیصلہ طے پایا-تو ۸ ذی الحجہ سے ۲۰ ذی الحجہ تک جامعہ میں عیدالاضحیٰ کی تعطیلات رہیں-تاہم دفتر اہتمام کھلا تھا-انشاءاللہ بروز منگل مدرسہ کھلے گا-اور حسب معمول اسباق کی پڑھائی شروع ہوجائے گی-

چرم قربانی:-

دوتین سالوں سے جامعہ کے لئے چرم قربانی اکٹھے کرنے کا انتظام ہورہا ہے اس سال بھی قدرے اہتمام سے اس کا بندوبست کردیا گیا تھا-پشاور کے مختلف جگہوں پر کھال قربانی جمع کرنے کے لئے سنٹر مقرر کردیے گئے تھے-اور سنٹروں پر چند بینرز پہلے سے آویزاں کیے گئے تھے-اور چند مقامی طلباء کو ہر سنٹر میں خدمت کے لئے مقرر کیا گیا تھا-عید سے چند دن پہلے سنٹر کے قرب وجوار کے

Scanned with CamScanner

گھروں میں اپیلیں دی گئی تھیں- تو الحمدللہ مدرسہ کے معاونین کے علاوہ درد دین رکھنے والے اور علم دوست ساتھیوں نے امید سے بڑھ کر معاوت کرتے ہوئے قربانی کے چمڑے اور کھالیں جامعہ کے سنٹروں میں جمع کردیے- اور دور رہنے والے ساتھیوں نے کھال بیچ کر رقم مدرسہ کو بھیج دی-

انشاء اللہ عوام میں ان دوستوں کا یہ تعاون جامعہ کے ساتھ ہمیشہ کے لئے جاری رہے گا۔ اور علوم نبوت کا یہ چمن اللہ کے فضل اور انہی ہمدرد ساتھیوں کے تعاون اور ہمدردی سے سرسبز رہے گا۔ مدرسہ کی انتظامیہ ان تمام ساتھیوں کے لئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالی ان احباب کے تعاون کو قبول فرما کر سعادت دارین سے نوازے- اور مزید جذبہ دین اور خدمت دین کی توفیق دیکر آخرت کی سرفرازی سے مالا مال فرمائے- آمین-

فارغ

میری طبیعت پر یہ بات بہت گراں گزرتی ہے-
کہ میں کسی کو بالکل فارغ دیکھوں
نہ وہ دین کا کوئی کام کر رہا ہو،
نہ دنیا کا-

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ

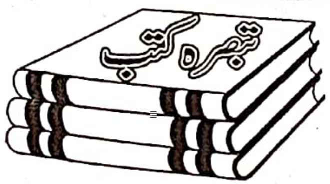

نام کتاب:- **اسرائیل کیوں تسلیم کیا جائے؟**

تبصرہ نگار:- مولانا ریاض محمد

مؤلف:- مولانا محمد شریف ہزاروی

ضخامت:- ۲۴۹ صفحات قیمت:- ۱۲۰ روپے

ناشر:- جمعیت پبلیکشنز وحدت روڈ لاہور

بنی اسرائیل اپنے دور کے نامور، شرافت، عظمت والی قوم تھی- جن کو اللہ تعالی نے نبوت و بادشاہت جیسے اعلی نعمتوں سے نوازا تھا- بنی اسرائیل کے لئے بڑی اعزاز کی بات یہ تھی کہ وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے- اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السلام جیسے جلیل القدر انبیاء کرام کی اولاد میں سے ہونے کا شرف انہیں حاصل تھا- لیکن جب انہوں نے اللہ تعالی کی ان بیش بہا نعمتوں اور احسانات پر شکر گزاری کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے ان خصوصی انعامات کو فخر و نمود کا ذریعہ بنالیا- اور آسمانی تعلیمات میں اپنی خواہش پرستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تحریفات کرنے کا دروازہ کھول دیا- تو ان کے اس غلط ردعمل کی وجہ سے وہ ان تمام اعزازات و اکرامات کے قابل نہ رہے- جس کے نتیجے میں اللہ تعالی نے ان کو ان نعمتوں سے محروم کرکے اپنے غیض و غضب کا مظہر ٹھہرا دیا- چنانچہ سورۃ بقرہ میں ان پر انعامات اور ان کی ناشکریوں اور شفاعتوں کا تفصیلی ذکر موجود ہے-

اسلام کے دور اول سے مسلمانوں کے ساتھ ان کا حسد و عناد بالکل عیاں ہے- اب چودہ سو سال گزر جانے کے بعد ایک بار پھر یہودی سامراج منظم ہوکر دنیائے عالم کو اپنے تسلط میں لانا چاہتا ہے- بالخصوص عالم اسلام اور مسلمین کی ترقی اور کامیابی ان سے دیکھی نہیں جاتی ہے- جس سے یہودی

قوم بے تاب و بے قرار ہے-اور اپنے شبانہ روز کاوشوں سے اس کی روک تھام میں کمی نہیں چھوڑتے۔ اس سلسلے میں گزشتہ صدی کے دوران فلسطینیوں کو ان کے وطن سے محروم کر کے جس طرح اس خطے پر قبضہ جمایا-اور عرب دنیا کے وسط میں بیٹھ کر اسلحے- طاقت اور سازشوں کے زور سے کروڑوں عرب عوام کو خود مختار زندگی، آزادی کے تحفظ سے محروم رکھا-یہ نا قابل فراموش ہے اور پھر افغانستان جیسے اسلامی سلطنت پر ان کی المناک جارحیت پیش کرنے سے شاید تاریخ عاجز ہو-لیکن افسوس یہ ہے کہ یہودیوں کی گزشتہ صدی کے مظالم سے چشم پوشی اور تسامح کرتے ہوئے نہ صرف عالمی سطح پر یہ کوشش اور مہم جاری ہے-بلکہ خود مسلمان ملکوں مین بھی اس کا رواج بڑھ گیا ہے-ان کی ماضی کے ان حالات و مظالم کو پس پشت ڈال کر اسرائیل اور یہودیوں کو تسلیم کیا جائے-اور یہ کوشش نہ صرف ذاتی حد تک محدود ہے بلکہ عالم اسلام کے سادہ لوح مسلمانوں سے اسرائیل تسلیم کرانے کے درپے ہیں-

حالات کا جائزہ لیکر اندازہ ہوتا ہے کہ یہودیت کی حقیقت عالم اسلام کے ساتھ ان کا بغض و عناد و تعصب اسلام کے خلاف ہٹ دھرمی اور چودہ سو سال قبل سے مسلمانوں کے خلاف ان کی المناک سازشوں کی ایک طویل داستان مسلمانوں کی نظروں سے غائب ہے-

زیر نظر کتاب ﴿اسرائیل کیوں تسلیم کیا جائے﴾ مولانا محمد شریف ہزاروی کا انمول تحفہ ہے-جو قابل تبریک بھی ہے کہ جس میں آپ نے یہودیت اور اسرائیل کی حقیقت، ان کا مذہبی خراج، عالم اسلام کے خلاف خطرناک عزائم مسلمانوں کے ساتھ ان کی مخصوص دشمنی کے اسباب کی وضاحت قرآن کریم، احادیث نبویہ تفاسیر و تواریخ کے آئینہ میں کی ہے-جس سے پوری یہودیت کے مخفی اور خطرناک سازشیں کھلتی ہیں-جس کے مطالعے کے بعد شاید یہودیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات اور رواداری کی گنجائش نہیں رہتی-

موصوف نے کتاب میں معنویت کے لحاظ کرنے کے ساتھ ساتھ کتاب کو ظاہری طور پر بھی جاذب نظر اور دلکش بنانے کی کوشش کی ہے-مؤلف کی یہ تحقیقی محنت قابل تعریف اور قابل قدر ہے- اللہ ان کو مزید توفیق عطا فرمائے-اور ان کی اس محنت کو شرف قبول عطا کر کے عالم اسلام و مسلمین کو اس خزینے سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے-آمین

توابل الادم

بنوں
برانڈ
ٹریڈ مارک
معیار میں اعلیٰ

سولہ اجزاء کا مجموعہ

بنوں
سالن مصالحہ

مرچ سرخ، دھنیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ، کالی، دار چینی، جلوتری، الائچی کلاں، املچورہ، انار دانہ، تیز پتہ، جائفل، لونگ اور ٹماٹر پاوڈر

تیار کردہ:- حاجی مقبول الرحمٰن، شاہ فیاض خان

گل آباد کالونی دلہ زاک روڈ پشاور - پاکستان

Scanned with CamScanner